وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!


| | | | |
|---|---|---|---|
| جلد 12 | شمارہ 05 | شعبان 1439ھ | مئی 2018ء |

ISSN 2305-6231


ماھنامہ

# حکمتِ بالغہ

جھنگ


مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین و گرافکس: ثاقب نذر

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ



ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 500 روپے، قیمت فی شمارہ 50 روپے



قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net



پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

# مشمولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات | سورۂ اخلاص | 3 |
| 2 | بارگاہِ نبوی میں چند لمحات | | 5 |
| 3 | حرفِ آرزو | انجینئر مختار فاروقی | 6 |
| 4 | رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ رمضان المبارک | حافظ عطاء الرحمٰن | 9 |
| 5 | پیغامِ پاکستان | انجینئر مختار فاروقی | 17 |
| 6 | مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان 7 | حافظ مختار احمد گوندل | 29 |
| 7 | اوریا مقبول جان سے فکر انگیز انٹرویو | ارشاد احمد ارشد | 40 |
| 8 | کیا ہم زندہ قوم ہیں؟ | محمد منظور انور | 50 |
| 9 | اہل علم کے پیغام و تاثرات | | 56 |
| 10 | تبصرہ و تعارف کتب | | 61 |


ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔


یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

# قرآن مجید

کے ساتھ

# چند لمحات

سورۃ الفلق و سورۃ الناس (113-114)

قرآن مجید کی آخری دو سورتیں (مُعَوِّذَتَیْن) گویا قرآن مجید کے اختتام پر دو پہرے دار ہیں۔ان دونوں کا بنیادی مضمون ایک ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دو حصوں میں تقسیم کر کے دو الگ الگ سورتوں کی شکل میں نازل فرمایا ہے۔مضمون کی اس تقسیم کے مطابق سورۃ الفلق میں ان چیزوں یا ان شرور سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو انسان پر باہر سے حملہ آور ہوتی ہیں یا جسمانی کیفیات کو متأثر کرتی ہیں، جبکہ سورۃ الناس میں ایسے شرور سے پناہ طلب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جو انسان کے باطن پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اس کے ایمان وایقان پر یلغار کرتے ہیں۔یہی ابلیس اور ذُرّیتِ ابلیس کا آخری حربہ ہے اسی لیے بجاطور پر یہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے۔ہمیں چاہیے کہ ان تمام شرور کے اثراتِ بد سے بچنے کے لیے ہم ان سورتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے رہیں۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ O

کہو کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں،

مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ O

اُس نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کی برائی سے

وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَO

اور (بالخصوص) شب تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے

وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِO

اور گنڈوں پر پھونکنے والیوں کی برائی سے

وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَO

اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرنے لگے

سُوۡرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِO

کہو کہ میں لوگوں کے (حقیقی) پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں

مَلِكِ النَّاسِO اِلٰهِ النَّاسِO

(یعنی) لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی لوگوں کے معبودِ برحق کی

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِO

(شیطان) وسوسہ انداز کی برائی سے جو (اللہ کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے

الَّذِىۡ يُوَسۡوِسُ فِىۡ صُدُوۡرِ النَّاسِO

جو (غافل) لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے

مِنَ الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِO

(خواہ وہ) جنات سے ہو یا انسانوں میں سے

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

# بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

**أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ تُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَ تُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ**

(سنن نسائی، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

لوگو! رمضان آ گیا ہے جو بڑی برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ عزوجل نے تم پر اس کے روزوں کو فرض کیا ہے۔ اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم ہو گیا وہ تو محروم ہی ہو گیا۔

# دائمی گورا (سفید) رنگ کرنے کا آسان طریقہ

انجینئر مختار فاروقی

☆ آج کے دور میں ہر مرد اور عورت رنگ گورا کرنے اور اسے برقرار رکھنے کی خواہش رکھتا ہے اور بعض مرد و خواتین تو جنون کی حد تک اس CRAZE میں مبتلا ہیں۔ بازار، مارکیٹیں اور ہر گھر کے ڈریسنگ ٹیبل میک اَپ کے سامان اور رنگ گورا کرنے والی کریموں سے بھرے ہوئے ہیں کوئی انسان بھی سیاہ چہرے اور سیاہ جلد کو پسند نہیں کرتا بلکہ اچھے بھلے تعلیم یافتہ آدمی بھی بعض اوقات سیاہ رنگت کا طعنہ دیتے نظر آتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور انسان کے اس جسدِ خاکی کو کوئی رنگ اور روپ دیے ہیں جن میں سے ایک انسانی رنگ کا گورا اور کالا ہونا بھی ہے اور قرآن مجید کے مطابق یہ رنگ صرف آزمائش کے لیے دیے ہیں نہ کہ فخر کرنے کے لیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (13:49)

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔''

یہ قبیلے، کنبے، برادریاں، ذاتیں، یہ چمڑی کی رنگت، یہ انسانی پیشوں کی بوقلمونی، زبانوں کا اختلاف اور علاقائی تقسیم سب کی سب پہچان کے لیے ہیں۔اس کی بنیاد پر عزت و شرف اوراعلیٰ وادنیٰ کے معیارات خودانسان کی کج فہمی کی وجہ سے سامنے آتے ہیں۔ ورنہ تمام انسان ایک انسانی جوڑے آدم وحوا (علیہما السلام) سے وجود میں آئے ہیں اور خالق بھی سب کا ایک ہی ہے۔جیسا کہ فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ معیار عزت و شرافت کچھ اور ہی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيّ عَلٰى عَجَمِيٍ وَلَا لِعَجَمِيّ عَلٰى عَرَبِيٍ وَ لَا أَحُمَرَ عَلٰى أَسُوَدَ وَلَا أَسُوَدَ عَلٰى أَحُمَرَ، اِلَّا بِالتَّقُوٰى (مسند احمد)

''سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ کسی سرخ کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی سرخ پر، مگر تقویٰ کے ساتھ۔''

یہ دنیا آزمائش اور امتحان کی جگہ اور انسان کی اپنی پسند اور خواہش کے باوجود گورا رنگ فضیلت کی بنیاد نہیں بلکہ اللہ کا عطا کردہ اور صرف آزمائش کے لیے ایک امتحانی پرچہ ہے کہ تمہارا رویہ کیا ہوتا ہے؟۔

☆ ہم مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد تمام انسان قیامت کے دن دوبارہ زندگی پائیں گے اور وہاں انسان کو دوبارہ بہت سی چیزیں عطا کی جائیں گی مگر اس دن یہ سب صلاحیتیں اور خوبیاں انسان کے اعمال یعنی کسب اور اس دنیا میں آسمانی ہدایت کی پیروی اور اطاعت کے نتیجے میں عطا ہوں گی۔ان صلاحیتوں میں سے ایک چمڑی اور چہرے کی رنگت بھی ہوگی۔وہاں لوگوں کے چہرے سفید (گورے) اور سیاہ ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ O وَ اَمَّا الَّذِيۡنَ ابۡيَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فَفِىۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ O (03:106-107)

''جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے سیاہ۔تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے اللہ فرمائے گا) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟

سو (اب) کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔ اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔"

دنیا میں گورا رنگ آخرت میں کامیابی کا ضامن نہیں ہے اور دنیا میں سیاہ رنگت آخرت میں ناکامی کا سبب نہیں ہوگی۔ آخرت میں گوری رنگت کا حصول آج اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی میں پوشیدہ ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے یہ مہینہ نہایت برکتوں کا رحمتوں کا مہینہ ہے، اور اس میں نیکی آسان بنادی جاتی ہے اور برائی کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔

☆ اس ماہِ مبارک میں دن کا روزہ اور رات کو قرآن مجید کے ساتھ جاگنا (تراویح، ترجمہ، تلاوت وغیرہ) نہایت پسندیدہ اور مبارک اعمال ہیں جس سے انسان 'سفید رنگ والا' بنادیا جائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ! ہمیں رمضان المبارک نصیب فرما اور رمضان کی برکتیں ہمارے مقدر میں لکھ دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے گناہوں کو معاف کرا کے اتنی نیکیاں کماسکیں کہ حقیقت میں سفید چہروں کے ساتھ جنت میں داخلے کے مستحق بن جائیں۔ روزِ قیامت ایک دفعہ سفید چہرہ مل گیا تو وہ کسی سرخی پاؤڈر اور میک اَپ کا محتاج نہیں ہوگا بلکہ دائمی اور ابدی ہے۔

☆ اگر آخرت کو پیش نظر رکھیں تو اس زندگی میں بھی ہماری نگاہ میں چمڑی کی رنگت اور میک اَپ کی زیادہ اہمیت نہیں ہونی چاہیے بلکہ محنت اور جدوجہد 'کردار' پر ہونی چاہیے۔ تقویٰ اور تقویٰ والی زندگی کے حصول کے لیے کوشاں رہیں تو یقیناً اس دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں سفید (گورے) چہرے والے بنا کر اٹھائے جائیں گے۔

ہمارے پیغمبر حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق جس شخص کو زندگی میں رمضان المبارک نصیب ہوا اور وہ اتنی نیکیاں نہ کماسکا کہ اس کی مغفرت ہوجائے تو وہ نامراد ہوا اور تباہ ہوا۔ اے کاش کہ ہم اس آنے والے رمضان المبارک کو اپنے لیے سعادتوں کا مہینہ بنا سکیں۔

اَللّٰھُمَّ بَلِّغنَا رَمَضَانَ   اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ   آمین یاربّ العالمین

# رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ
# رمضان المبارک

حافظ عطاء الرحمن

رمضان المبارک کا مہینہ رحمتوں اور برکتوں کا سامان لیے سایہ فگن ہو رہا ہے۔ کتب احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ماہِ رمضان کی آمد پر اس کی خاص رحمتیں، برکتیں اور فضیلتیں بیان فرماتے تھے اور مسلمانوں کو ان کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے نیز آپ ﷺ نے رمضان کی برکت و مغفرت سے محروم رہنے کو ہی اصل محرومی و بدنصیبی قرار دیا ہے۔ اسی مضمون کی چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

## رمضان المبارک کی فضیلت و برکت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُبَشِّرُ أَصْحَابَهُ: قَدْ جَائَكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ، فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا: ''رمضان کا مہینہ آ گیا ہے، یہ برکت والا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزوں کو فرض

کیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم ہو گیا وہ تو محروم ہی ہو گیا''۔

اس حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ''رمضان میں جنت کے دوازے کھول دیے جاتے ہیں''۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''اس مہینے میں رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں''۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں''۔ گویا جنت اور رحمت اور برکت کے حصول کے لیے اس مہینے میں وافر سامان مہیا کر دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ وَيُنَادِىْ مُنَادٍ كُلَّ لَيْلَةٍ يَا بَاغِىَ الْخَيْرِ هَلُمَّ وَ يَا بَاغِىَ الشَّرِّ أَقْصِرْ (اور ماہِ رمضان میں ہر رات ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کہ اے خیر کے طالب! آگے بڑھ، اور اے برائی کے طالب! رُک جا)۔ گویا نیکی کی راستے پر آگے بڑھنے کے لیے اور برائی کے راستے سے پیچھے ہٹنے کے لیے کوئی غیبی تائید بھی اس مہینے میں شامل حال ہوتی ہے۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ماہِ شعبان کے آخری دن جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا:

يَا اَيُّهَا النَّاس! قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَ قِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعاً، مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْر الصَّبْرِ وَ الصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَ شَهرُ الْمُوَاسَاةِ وَ شَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِى اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَ مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِىْ شُرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى

يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَ اَعْتَقَهٗ مِنَ النَّار

(البیھقی فی شعب الایمان)

''اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے اس مبارک مہینے میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی راتوں میں کھڑے ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزے دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے''۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو روزے دار کو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی لسی پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزے دار کا روزہ افطار کروادے اور جو کوئی کسی روزے دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے اور اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔ اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام کے کام میں تخفیف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی دے گا''۔

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ یَوْمًا وَحَضَرَ رَمَضَانُ: أَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَکَةٍ، فِيهِ خَيْرٌ يُغَشِّيکُمُ اللّٰهُ فِيهِ فَتَنْزِلُ الرَّحْمَةُ وَتُحَطُّ الْخَطَايَا وَيُسْتَجَابُ فِيهِ الدُّعَاءُ فَيَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى تَنَافُسِکُمْ وَيُبَاهِي بِکُمْ مَلَائِکَتَهٗ فَأَرُوا اللّٰهَ مِنْ أَنْفُسِکُمْ خَيْرًا فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (طبرانی)

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان کے آنے پر ارشاد فرمایا: ''لوگو! تمہارے پاس برکت والا مہینہ رمضان آیا ہے جس میں بڑی خیر ہے۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے، پھر تم پر خاص رحمت نازل ہوتی ہے اور خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ تمہارے نیک کاموں میں سبقت کو دیکھتا ہے تو اپنے فرشتوں سے تم پر فخر کرتا ہے، لہٰذا تم اللہ کو اپنی نیکی دکھاؤ۔ بے شک بدنصیب ہے وہ آدمی جو اس مہینے میں بھی اللہ عز وجل کی رحمت سے محروم رہ جائے''۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ذَکَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَمَضَانَ، فَقَالَ: شَهْرٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْکُمْ صِيَامَهٗ وَ سَنَنْتُ أَنَا قِيَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَ قَامَهٗ اِيمَانًا وَ احْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ کَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ (شعب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو سنت بنایا ہے۔ لہٰذا جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ اس (میں دن) کے روزے رکھے اور (رات کا) قیام کیا وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے وہ اُس دن تھا جس دن وہ پیدا ہوا تھا۔

رمضان المبارک سے متعلق ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ یہ مہینہ بڑی رحمتوں اور برکتوں والا ہے لیکن رحمت و برکت کا یہ قیمتی سامان دامن پھیلائے بغیر نصیب نہیں ہوتا یعنی اس کے لیے سعی و جہد انتہائی ضروری ہے۔ اور اس سعی و جہد کے لیے بھی سیّدنا حضرت

محمد ﷺ کی زندگی میں ہمارے لیے بہترین نمونہ اور آپ کے ارشادات میں ہماری بہترین رہنمائی ہے۔ آپ ﷺ کا فرضِ منصبی اور زندگی کا مقصد تو تھا دعوت الی اللہ، اِعلائے کلمۃ اللہ اور دینِ حق کو غالب کرنا، اس کے لیے آپ ﷺ نے ہمیشہ اور مسلسل جدوجہد جاری رکھی ہے خواہ رمضان کا مہینہ تھا یا غیر رمضان، خواہ حالات سازگار تھے یا ناسازگار، لوگوں نے ساتھ دیا یا ساتھ نہیں دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ بدر اور فتح مکہ دونوں ماہِ رمضان میں ہی ہوئے۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ کے رمضان المبارک کے اضافی معمولات ذیل کی احادیث سے واضح ہوتے ہیں

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ اِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَلْقَاهُ، فِي كُلِّ سَنَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ (مسلم)

”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں آپ ﷺ اس سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے، ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل آپ ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ ان کو قرآن سناتے تھے یہاں تک کہ وہ مہینہ گزر جاتا۔ پھر جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ کھلی ہوا سے زیادہ سخاوت کرتے تھے“۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بہت سے فائدے ہیں ”جن میں سے ایک ہے کہ ماہِ رمضان میں کثرت سے سخاوت کرنا مستحب ہے اور ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ صالحین کی ملاقات کے وقت اور ان سے الگ ہونے کے بعد زیادہ سخاوت کی جائے اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی درس وتدریس یعنی تعلیم وتعلّم اور سیکھنا وسکھانا زیادہ کیا جائے“۔

☆ جس طرح رمضان المبارک دوسرے مہینوں کے مقابلے افضل ہے اسی طرح اس کے آخری عشرہ کو پہلے دو عشروں پر اضافی فضیلت حاصل ہے اور فضیلت کی رات لیلۃ القدر اکثر وبیشتر اسی آخری عشرہ میں ہوتی ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف

کرتے اور زیادہ عبادت کا اہتمام کرتے تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ يَجتَهِدُ فِى العَشرِ الأَوَاخِرِ مَا لَا يَجتَهِدُ فِى غَيرِهَا (ترمذی)

''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں جو جہد اور کوشش کرتے تھے وہ اس کے علاوہ میں نہیں کرتے تھے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا دَخَلَ العَشرُ أَحيَا اللَّيلَ وَأَيقَظَ أَهلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ المِئزَرَ (مسلم)

''جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ رات بھر جاگتے، اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، جدوجہد کرتے اور عبادت میں زیادہ مشغول ہو جاتے''۔

گویا دن کے روزے رکھنا، تراویح کا اہتمام، نیکی کے کاموں میں خوب مال خرچ کرنا، صلحاء کی مجلس میں بیٹھنا اور قرآن پاک کی تلاوت اور درس و تدریس جیسے کاموں میں وقت صرف کرنا اور رات کے اوقات یا ان میں سے ایک معتد بہ حصہ خصوصاً آخری عشرہ میں اور لیلۃ القدر میں عبادت میں گزارنا آپ ﷺ کے رمضان المبارک کے معمولات میں شامل تھا۔ آپ کی اتباع میں ہم مسلمانوں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

## گزشتہ گناہوں کی مغفرت اور آئندہ کے لیے اصلاح و تربیت

(1) رمضان المبارک کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت بھی زیادہ عام ہوتی ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ بہت سے مواقع اور نیکی کے کام ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتے ہیں مثلاً روزہ رکھنے پر، قیامِ تراویح پر، روزہ افطار کروانے پر، ماتحت لوگوں کے کام میں تخفیف کرنے پر، شب قدر کے قیام پر اور افطار کے وقت، رمضان کی پہلی رات اور رمضان کی آخری رات عام مغفرت کی جاتی ہے اور رمضان کا پہلا عشرہ ہی عشرۂ مغفرت ہے۔ اس مضمون کی چند احادیث سطور بالا میں بھی مذکور ہیں اور چند درج ذیل ہیں

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

''جس نے رمضان میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پہلے سب گناہوں کی مغفرت کر دی گئی''

☆ دوسری روایت میں ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، اِیمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

''جس نے رمضان میں روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پہلے سب گناہوں کی مغفرت کر دی گئی''

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ وَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، اِذَا لَمْ يُغْفَرْ لَهُ فِيهِ فَمَتٰى؟

''ہلاکت ہے اُس شخص کے لیے جس نے رمضان پایا اور اس کی مغفرت نہ کی گئی، جب رمضان میں بھی اس کی مغفرت نہ کی گئی تو پھر کب؟'' (المعجم الاوسط)

(2) رمضان المبارک کی اہم ترین عبادت روزہ ہے اور یہ اسلام کے ارکان میں سے اہم فریضہ ہے۔ روزہ کی یہ عبادت انسان کی تربیت کا بہترین ذریعہ بھی ہے، اس کے ذریعے انسان اپنے نفسانی تقاضوں پر قابو پانے کی تربیت حاصل کرتا ہے۔ ان تقاضوں میں سب سے اہم دو چیزیں ہیں: (۱) خوراک (۲) جنسی جذبۂ شہوت۔ زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے خوراک ضروری ہے، ورنہ مر جائیں گے اور نسل انسانی کی بقا کے لیے جذبہ شہوت یعنی شادی بیاہ ضروری ہے، ورنہ نسل ختم ہو جائے گی۔ لیکن یہ تقاضے جب اندر اُبھرتے ہیں تو انھیں صرف اس سے غرض ہوتی ہے کہ ان کی تسکین ہونی چاہیے۔ بھوک لگتی ہے تو پیٹ کچھ کھانے کو مانگتا ہے۔ اُسے اس سے غرض نہیں ہوتی کہ جو چیز اس میں ڈالی جا رہی ہے وہ حلال ہے یا حرام، بس اس کی تو بھوک مٹنی چاہیے۔ اسی طرح جب جذبہ شہوت بھڑک اُٹھے تو وہ اپنی تسکین چاہتا ہے، جائز راستے سے ہو یا ناجائز راستے سے۔ گویا انسان کا جسمانی وجود ایک گھوڑے کی طرح اور اس کا روحانی یعنی حقیقی وجود اس پر سوار کی طرح ہے۔ اگر گھوڑا منہ زور اور سوار کمزور ہو تو سوار گھوڑے کے رحم و کرم پر ہوتا ہے، وہ

جہاں چاہے اس کو گرا دے گا۔ لہٰذا جسمانی تقاضوں پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ روحانی وجود کو طاقتور بنایا جائے، تا کہ وہ بھوک اور شہوت کی شدت کو برداشت کر سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے روزے کی عبادت (یعنی سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینے رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک، کھانے پینے کی کوئی حلال چیز بھی نہ کھانا ہے اور اپنی منکوحہ بیوی سے بھی ازدواجی تعلق قائم نہ کرنا) انسان کی بہترین تربیت کرتی ہے۔ اس تربیت سے انسان باقی گیارہ مہینے بھی اپنے نفس کے منہ زور تقاضوں پر قابو پا کر عمدہ طریقے سے گزار سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہر سال رحمتوں برکتوں کی برسات لے کر آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ ہر شخص اس سے اپنے ظرف کے مطابق ہی حصہ لیتا ہے یعنی جو جتنی زیادہ جدوجہد کرتا ہے وہ اسی کے مطابق اس کی رحمتیں اور برکتیں سمیٹ لیتا ہے اور جو اپنا دامن نہ پھیلائے وہ محروم رہتا ہے ؎ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن، اپنا اپنا دامن

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یہ مبارک مہینہ نصیب فرمادے اور اس کی زیادہ سے زیادہ رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

# ’پیغامِ پاکستان‘

انجینئر مختار فاروقی

1 ’پیغامِ پاکستان‘ کے نام سے جاری کردہ دستاویز ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد کا مدوّن کردہ مسلمانانِ پاکستان کا ایک بیانیہ ہے جسے ملک کے مختلف مذہبی طبقات کے اہلِ علم کی تصویب و تائید حاصل ہے۔ اسے صدرِ پاکستان نے جاری کیا ہے اور حکومتی طبقات کے علاوہ اُمید ہے کہ دیگر طبقات سمیت غیر مسلم پاکستانیوں کی بھی تائید حاصل ہو جائے گی۔

قرآن مجید کے علاوہ کوئی دستاویز خود مسلمانوں میں بھی متفقہ نہیں ہے لہٰذا کسی دستاویز سے مجموعی طور پر یا چند تحفظات کے ساتھ ہی اتفاق ایک غنیمت ہے۔ یہ تحفظات حقیقی اور ٹھوس بھی ہو سکتے ہیں اور بعض تحفظات وقت کے ساتھ شاید ظنی اور نا دیدہ بن جائیں اور خطرات کی پیش بندی کرنے کی حد تک ہی رہ جائیں۔

2 ہم چند تحفّظات کے ساتھ ہی اس دستاویز سے اتفاق کر رہے ہیں۔ یہ تحفّظات چونکہ ضمنی ہیں جبکہ اس دستاویز کی مجموعی تائید مقدم ہے لہٰذا وہ تحفظات اس تحریر کے آخر میں درج کریں گے۔

3 اس دستاویز کو ملک بھر کے تمام مسلمانوں کے علماء کی طرف سے تصویب و تائید کا حاصل ہونا ہمارے نزدیک بہت اہم ہے اور اس بات کی جتنی تشہیر کی جائے اتنی ہی کم ہے ہو سکے تو اسے میٹرک لیول پر تمام تعلیمی نصابوں میں بھی شامل کیا جائے اور اس کی تدریس اور تشریح کی یکسانیت کو یقینی بنایا جائے۔ دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں شامل ہو جائے تو کیا

کہنے۔ اس دستاویز کی تشریح کی یکسانیت کا جو اوپر تذکرہ آیا ہے وہ ہمارے نزدیک بہت اہم ہے اس لیے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک ہی نصاب کی تشریح مختلف تعلیمی اداروں میں مختلف انداز سے کی جاتی ہے اور نصابی ضرورت تو پوری ہو جاتی ہے مگر ملک کے تمام شہریوں کی یکساں ذہنی تربیت اور سوچ (ORIENTATION) یکساں نہیں ہو پاتی جس سے کسی 'عنوان' کا نصاب میں شامل کرنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

4 قیام پاکستان 14 / اگست 1947ء کو ہوا اور اس کے ابتدائی سالوں میں بھی مختلف مسالک کے علماء نے اکٹھے ہو کر ایک دستاویز قوم کو دی تھی۔ 31 علماء کا 22 نکات پر اتفاق۔ مگر اس دستاویز کو صرف ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے اس پر عمل درآمد اگر ہوا بھی تو 1956ء کے آئین کو منسوخ کر کے نیا آئین دے دیا گیا جس سے اس دستاویز کے اثرات زائل ہو گئے۔ 1973ء کے آئین پر مسلمانانِ پاکستان کے علاوہ غیر مسلم شہریوں نے اتفاق کیا تھا مگر اس میں پے بہ پے ترمیمات نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ طویل عرصے بعد 'پیغامِ پاکستان' پر مسلمان علماء کا اتفاق ہو جانا یقیناً ایک معجزہ سے کم نہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ملک کے معجزانہ طور پر لیلۃ القدر (13 اور 14 / اگست 1947ء کی درمیانی رات جب بارہ بج کر ایک منٹ پر قیامِ پاکستان کا اعلان ریڈیو پاکستان سے ہوا تھا تو وہ تاریخی رات قیام پاکستان کی نوید لے کر آنے کے ساتھ لیلۃ القدر بھی تھی) میں قیامِ پاکستان اور نزولِ قرآن کا 'جوڑ' ایک آسمانی اور DIVINE منصوبہ ہے اور اہل علم قیامِ پاکستان کو ٹھوس زمینی حقائق کے پس منظر میں ایک معجزہ ہی قرار دیتے ہیں اور اس پاکستان کی حفاظت کے ضمن میں بھی اسی طرح اب تک کئی معجزات ہو چکے ہیں۔ یہاں ہم معجزہ صرف لغوی معنوں میں استعمال کر رہے ہیں (نہ کہ مذہبی طور پر اصطلاحی معنی میں) کہ انسانی ذہن کو عاجز کر دینے والا واقعہ کہ یہ کیسے ممکن ہو گیا؟ جبکہ یہ واقعہ رونما ہو گیا۔

## ہماری تجاویز

اس پس منظر میں کہ کہیں اس تاریخی دستاویز کی حیثیت بھی 31 علماء کے 22 نکات جیسی نہ ہو جائے ذیل میں ہماری چند تجاویز ہیں جو ہمیں پورا یقین ہے کہ ہمارے مقتدر طبقات، حکومت، سیاسی اپوزیشن، عدلیہ، فوج، انتظامیہ، تمام عوامی طبقات اور پاکستان کے غیر مسلم شہری

بھی اس دستاویز پر صدقِ دل سے عمل کرنے کے ضمن میں ان کو رُو بعمل لائیں گے اور اپنے حصے کا کام ضرور کریں گے۔

یہ تجاویز درحقیقت اس 'پیغامِ پاکستان' کے حکومتی سطح پر اجراء کا منطقی نتیجہ ہیں۔ اگر ان منطقی نتائج کو بھرپور انداز میں عام کر کے تمام سرکاری اداروں اور متعلقہ اہل کاروں کے ذہن نشین نہ کرایا گیا تو ہم اجتماعی سطح پر مزید نظریاتی زوال کا شکار ہو جائیں گے اور ثابت ہو جائے گا کہ ہم اس بیانیہ کے اجراء میں مخلص نہیں تھے۔

یہ تجاویز پیغامِ پاکستان کو اعلیٰ حکومتی اور مقتدر ایوانوں سے لے کر عوامی اور گھریلو سطح پر متعارف کرا کر عمل درآمد کرانے سے متعلق ہیں۔ پولیس، فوج، سول سروسز وغیرہ کی ٹریننگ اکیڈمیوں کے ذریعے اس کی تعلیم ضروری ہے۔ ہماری رائے میں اتفاقِ رائے سے چند کمیشن بنائیں جائیں جو اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں پیغامِ پاکستان کی روح اور الفاظ کے مطابق تجاویز دیں تاکہ اس پیغام کے ثمرات کو اجتماعی سطح پر کماحقہ سمیٹا جا سکے۔

### 1۔ تعلیمی کمیشن

ایک اعلیٰ سطحی تعلیمی کمیشن بنایا جائے جو ملک میں جاری پہلی جماعت سے لے کر میٹرک تک اور ایف سے لے کر ایم اے تک کے نصابات کو پیغامِ پاکستان، قراردادِ مقاصد، دوقومی نظریہ، تحریک پاکستان، فکرِ علامہ اقبال، فرمودات بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح، اسلامی تہذیبی وثقافتی روایات (از قسم پردہ اور حجاب، خواتین اور مردوں کے علیحدہ دائرہ کار وغیرہ) کے مطابق نظریاتی رُخ پر ڈھالنے کا کام کرے اور موجودہ نصاب میں جو حصے مذکورہ ان ٹھوس بنیادوں کے خلاف ہوں انھیں حذف کر کے مثبت طور پر ملک کے عوام کو آئین پاکستان کے مطابق مسلمان بنانے اور عملی زندگی میں صادق اور امین بنانے کی ضمانت دے سکے۔ اس کمیشن کی تشکیل میں اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، اقبال اکیڈمی لاہور، ایوانِ قائداعظم لاہور، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ لاہور اور علماء کو بھی شامل کیا جائے۔ نیز تعلیم عام کی جائے اور مفت ہو یہ ہر شہری کا حق ہے اور حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے جیسے پیغام پاکستان کے مطابق 'جہاد' کرنا صرف افواجِ پاکستان کا کام ہے اسی طرح معیاری اور ایک حد تک (ایف اے تک) مفت تعلیم حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر حکومت یہ فرض ادا نہیں کرے گی تو لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے

پرائیویٹ ادارے کھلیں گے اور معیارِ تعلیم کا وہی حشر کر دیں گے جو نقشہ آج ہمارے سامنے ہے سرکاری ہسپتال علاج معالجہ کی معیاری سہولتیں فراہم نہیں کریں گے تو ڈاکٹر پرائیویٹ کلینک کھول کر بھاری بھاری فیسیں وصول کریں گے اور تعلیم اور صحت کے نام پر کاروبار شروع ہو جائے گا اور آج تعلیم اور صحت کا شعبہ پاکستان میں بہت کامیاب انڈسٹری ہے۔

**2۔ میڈیا کمیشن** ایک اعلیٰ سطحی میڈیا کمیشن بنایا جائے جو ملک میں جاری مادر پدر آزاد میڈیا کو اسلام، دوقومی نظریہ، قراردادِ پاکستان، فکرِ علامہ اقبال، فرموداتِ قائداعظم محمد علی جناح اور پیغامِ پاکستان کے تابع کرنے کے لیے ٹھوس اور قابل عمل تجاویز دے تاکہ اجتماعی سطح پر پاکستان کے شہریوں کی ذہنی اور فکری تربیت نظریۂ پاکستان اور دوقومی نظریہ کے مطابق ہو سکے اور انتشار ذہنی سے نجات مل سکے۔

اس کمیشن میں افراد ٹیکنوکریٹس کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل، اقبال اکیڈمی، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ، ایوانِ قائداعظم کے نمائندوں کے علاوہ علماء میں سے بھی لیے جائیں۔

**3۔ عدلیہ تشکیل جدید کمیشن** اس مقصد کے لیے ایک اعلیٰ سطحی کمیشن ناگزیر ہے جو بنیادی طور پر اعلیٰ عدلیہ کے نمائندوں اور مرکزی اور صوبائی بار کونسلوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتا ہم اسلامی نظریاتی کونسل، اقبال اکیڈمی لاہور، ایوانِ قائداعظم اور نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کے نمائندوں کے علاوہ علماء کو شامل کیا جائے تاکہ پیغامِ پاکستان کی روح اور الفاظ کے مطابق نظامِ عدل کو ڈھالنے کے لیے ٹھوس اور قابل عمل تجاویز سامنے آسکیں۔

ضروری ہے کہ عدل کے جلدی حصول کے لیے فوجداری اور سول قانون کے PROCEDURAL LAWS کو اسلام کے حصولِ انصاف کے طریقوں کے مطابق کر دیا جائے اور جلد انصاف مہیا ہونے کو یقینی بنایا جائے۔ مروّجہ قانون سے کہیں زیادہ سول اور فوجداری قانون کا یہ حصہ حصولِ انصاف میں سدّ راہ ہے۔

**4۔ الیکشن کمیشن کی تشکیل نو** ہمارے وطن عزیز میں الیکشن کمیشن آئینی طور پر الیکشن کرانے کا ذمہ دار ادارہ ہے اور اس کے کاندھوں پر بڑی نازک ذمہ داری ہے۔ تاہم

ہماری رائے میں اس ادارے کے SETUP میں آئینی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا CONCEPT ہی ناقص ہے۔

پیغامِ پاکستان کی رُوح کے مطابق الیکشن کمیشن کی درج ذیل خطوط پر تشکیل نو ضروری ہے تاکہ یہ قومی ادارہ اپنی آئینی ذمہ داریوں کو باحسن ادا کر سکے۔

(I) اس ادارے میں جو افراد بھی متعین کیے جائیں، وہ اور ان کا سارا ماتحت عملہ حلفاً بھی اور عملاً بھی (IN LETTER & SPIRIT) 'اچھا مسلمان' اور آئینی دفعات 62-63 پر مکمل طور پر (101%) پورا اترتا ہو۔

(II) الیکشن کے موقع پر اس ادارے کو جو اضافی اور ہنگامی طور پر سٹاف درکار ہوتا ہے اس کی فنّی ضروری تربیت (TRAINING) تو ہوتی ہوگی اس کو بھی 'اچھا مسلمان' اور آئینی دفعات 62-63 پر (101%) پورا اترنا چاہیے۔ (بڑی واضح سی بات ہے کہ ڈسٹرکٹ لیول پر جو عملہ قومی اور صوبائی سطح کے انتخابات کے موقع پر امیدواران کی بھاری بھر کم شخصیات کو آئینی تقاضوں پر جانچنے کا ذمہ دار ہے وہ منطقی طور پر (LOGICALLY) خود کچھ فیصد زیادہ اس معیار مطلوب پر ہونا چاہیے)۔

(III) انتخابات کے موقع پر اسمبلی کے امیدواران کو آئینی معیار پر جانچا جاتا ہے۔ یہ آئینی تقاضا ہے مگر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ عوامی سطح پر نہ ہمارا نظامِ تعلیم نہ ہمارا الیکٹرانک میڈیا، نہ اخبارات اور نہ گھریلو ماحول کوئی بھی ادارہ افراد کو ان معیارات پر مسلمان بننے کی فکری اور عملی رہنمائی نہیں کر رہا ہے۔ لہٰذا ہمارے الیکشن کمیشن کے جائزے کے عمل میں کاغذی کارروائی کر کے 'الیکشن منعقد کرانے کی ناگزیر ذمہ داری' کے عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کاغذات کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ الیکشن کمیشن اپنے سٹاف کے لیے ایک نصاب مقرر کرے اور سٹاف کی اس کے مطابق ٹریننگ کرے مزید براں اسمبلی کی ممبر شپ کے امیدواران جو لاکھوں کروڑوں خرچ کر کے ممبر منتخب ہوتے ہیں ان کے لیے وقت سے پہلے وقفے وقفے سے، تسلسل کے ساتھ ایسے کورسز منعقد کرائے جائیں جن کا نصاب آئینی تقاضوں کے مطابق 'پیغامِ پاکستان'،

دو قومی نظریہ، نظریۂ پاکستان، فکرِ علامہ اقبال اور تاریخ تحریک پاکستان کی مثبت اور اسلامی اقدار سے ہم آہنگ (MUSLIM VERSION) ہو، پڑھایا جائے اور اس نظریاتی کورس (ORIENTATION COURSE) کے ممبران کے شایانِ شان انتظام کر کے بھاری فیسیں وصول کی جائیں۔

(iv) الیکشن کے موقع پر محکمہ تعلیم سے خصوصاً اور دوسرے سرکاری محکمہ جات سے ہزاروں افراد لیے جاتے ہیں جو پولنگ سٹیشنوں پر ڈیوٹی دیتے ہیں۔ ان کی بھی پیغامِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے مطابق تربیت ضروری ہے۔ بعض اوقات فوج کی نگرانی میں الیکشن ہوتے ہیں لہٰذا فوج میں بھی نظریاتی تربیت کا اہتمام ازحد ضروری ہے۔

## 5۔ مسلح افواج اور پیرا ملٹری فورسز

آئین پاکستان کی رُو سے مسلح افواج کا ادارہ ایک اہم ادارہ ہے اور ایک لحاظ سے سب سے اہم ریاستی ستون ہے۔ اس ادارے کے ماتحت آنے والے تمام افراد (عام سپاہی اور سولین سٹاف سے لے کر جنرل تک سب) کی بھی دو قومی نظریۂ، افکارِ اقبال، فرموداتِ قائد اعظم محمد علی جناح کے مطابق تربیت کا اہتمام ضروری ہے جس میں بہترین فوجی پیشہ ورانہ خوبیوں کے علاوہ ایک اچھا مسلمان بننا پیش نظر ہو۔

مزید برآں ـــــ پیغام پاکستان کے حوالے سے یہ بھاری ذمہ داری بھی فوج پر ہے کہ مسلح جہاد فوج کی ذمہ داری ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق کسی دوسرے ملک سے جنگ اور جہاد کا فیصلہ بھی فوج کو کرنا ہے۔ لہٰذا ـــــ ہمارے نزدیک 'جہاد فی سبیل اللہ' کا سلوگن جو چند عشرے پہلے تک ہماری فوج کا موٹو (MOTTO) تھا اب نامعلوم وجوہات کی بنا پر ہٹا دیا گیا ہے۔ پیغام پاکستان کی روح کے پیش نظر اب 'جہاد فی سبیل اللہ' کا موٹو فوج کو دوبارہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنی آئینی ذمہ داریوں کا ہمہ وقت شعور مدنظر رکھ سکے۔

ہمارے نزدیک فوج ملک وقوم کا سب سے منظّم (DISCIPLINED) ادارہ ہے اور اس کی سب سے بڑی ذمہ داری 'جہاد' ہے لہٰذا اس ادارے کو دینی شعائر (نماز وغیرہ) میں بھی منظّم انداز میں سب سے آگے ہونا چاہیے۔ ہماری ناقص رائے میں اس ادارے میں تمام مسلمانوں کے لیے نماز باجماعت کی ادائیگی لازمی قرار دی جائے اور مساجد میں باقاعدہ حاضری کا

ریکارڈ رکھا جائے۔ نیز فوج (تینوں مسلح افواج) میں ہر شخص کو داڑھی رکھنے یا نہ رکھنے کا OPTION دینے کے بجائے سب کے لیے ایک خاص سٹائل (دو، تین آپشنز بنا دیے جائیں) پر داڑھی لازمی قرار دی جائے۔ البتہ علماء سے رائے لے کر کسی خاص (STREGICAL) ڈیوٹی پر بھیجتے وقت وقتی/عارضی طور پر بھیس بدلنے کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

**6۔ سرکاری ملازمین (وفاقی اور صوبائی)** ہمارے نزدیک پیغام پاکستان کا یہ منطقی نتیجہ ہے کہ سرکاری ملازمین چونکہ حکومت کے براہِ راست ملازم (EMPLOYED) ہوتے ہیں لہٰذا عوام سے پہلے ہر سطح کے تمام سرکاری ملازمین کو آئین پاکستان کے مطابق اچھا مسلمان اور آئینی دفعات 62-63 پر پورا اترنا از حد ضروری ہے اور یہ حکومت کی اپنی آئینی ذمہ داری ہے کہ اپنے ملازمین کی مناسب تربیت کرے۔ جس اخلاقی گراوٹ اور کرپشن کا آج میڈیا اور اخبارات (یہ تحریر فروری 2018ء کی ہے) میں چرچا ہے اس کا سدّباب کرنے کے لیے واحد علاج تمام سطحوں سے سرکاری ملازمین کے لیے مختلف نوعیت کے تربیتی کورسز کا لازمی انعقاد ہے تاکہ اہداف حاصل ہوسکیں۔ یہ کام ممکن ہے 5 سالہ منصوبہ کے تحت کرنا پڑے اور 'ردّ الفساد مہم' کی طرح کی کوئی قومی سطح کی مہم شروع کرنا پڑے مگر یہ کام دیگر صنعتی، تجارتی، مالی اور معاشی اہداف حاصل کرنے سے کہیں زیادہ بنیادی اور اہم ہے اور اس پر بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

**7۔ پولیس** حکومتوں کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے، امن و امان کی صورت حال کو قابو میں رکھنے اور نظام عدل کو چلانے کے لیے محکمہ پولیس کی ضرورت ہے۔ کاغذوں میں تو یہ صرف سرکاری ملازم ہوتے ہیں مگر اس محکمہ کی حد درجہ اہمیت ہے اور معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ میں اس محکمہ کی صحیح خطوط پر تربیت کو بڑا عمل دخل ہے۔

ہمارے نزدیک اس محکمہ کو بھی ہنگامی بنیادوں پر پیغام پاکستان کے مطابق نظریاتی، آئینی اور بطور مسلمان اور انسان اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تربیت دے کر قومی و اجتماعی اہداف سے ہم آہنگ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ پولیس کی ایک اہم ذمہ داری نظام عدل کے ساتھ تفتیشی ذمہ داریوں کا ادا کرنا ہے نیز مجرموں کو گرفتار کرنا اور اپنی تحویل میں رکھنا بھی ہے لہٰذا اس

ادارے کی صحیح خطوط پر تربیت کے ساتھ معاشرے سے سختی سے سفارش کلچر کا خاتمہ بھی ضروری ہے تاہم عدل وانصاف کی آسان اور جلد فراہمی ممکن بنائی جاسکے۔

8۔ **اقلیتی کمیشن** اس پیغام پاکستان کے تحت علماء کے تعاون سے ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیشن بنانے کی ضرورت ہے جو ملک میں غیر مسلم شہریوں کو ان کے حقوق کا احساس دلائے اور ان کا تحفظ کرنے کی سفارشات بھی پیش کرے۔ نیز اقلیتوں کو (بالخصوص قادیانیوں کو) اس بات کا احساس دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیت کے طور پر اس ملک میں اپنی آئینی حیثیت تسلیم کر کے اپنے حقوق کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق، ذِمیوں کے حقوق کے تحت بیان ہوتے ہیں اور ان کو بے شمار حقوق حاصل ہیں بشرطیکہ وہ ریاست کے وفادار اور پر امن شہری بن کر رہیں۔

اوپر درج قائم کردہ کمیشن کی رپورٹ پر عمل درآمد کر کے پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کو بھی 'پیغام پاکستان' میں دیے گئے بیانیے کے مطابق حقوق کی ادائیگی ممکن ہوگی اگر ہم اس بیانیے کے مطابق غیر مسلم شہریوں کو ان کے حقوق دلا سکیں تو پھر UNO اور دیگر بین الاقوامی پلیٹ فارموں سے لوگوں کو ہمارے مذہبی معاملات میں مداخلت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

صدرِ پاکستان سے التماس ہے کہ جیسے اہتمام سے انھوں نے مسلمانانِ پاکستان کے لیے پیغامِ پاکستان کا اجراء کیا ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ اہتمام کے ساتھ اوپر تجویز کردہ کمیشنوں کے قیام کا اعلان فرما کر ان کو رُو بعمل بھی لائیں تا کہ 'پیغامِ پاکستان' کے ثمرات قوم کے ہر فرد تک پہنچ سکیں۔

## تین تحفظات

جیسا کہ ہم نے ابتداء میں عرض کیا تھا اس پیغام پاکستان کے بیانیے پر ہمیں چند تحفظات ہیں۔ ان تحفظات کی موجودگی میں حکومت پاکستان کی گاڑی رُک رُک کر چلے گی اور ملک وقوم کا ایک وفادار طبقہ کھلے دل سے حکومت کی حمایت نہیں کر سکے گا۔ ہمارے نزدیک یہ تحفظات حکومت وقت کی اپنے مینڈیٹ سے اعراض کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں اور اگر حکومت بھی آنکھیں

کھول کر قیام پاکستان سے قبل کی تاریخِ تحریک پاکستان ہی کو دیکھ لے اور اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کرنے لگے تو سارے تحفظات رفع ہو جائیں گے یہ تحفظات گنتی میں کل تین ہیں۔

## 1۔ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کا بطور مفکّرِ پاکستان تذکرہ نہ کرنا

حالیہ پیغام پاکستان کے لکھنے والوں نے نامعلوم وجوہات کی بنا پر مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال کا تذکرہ کرنا پسند نہیں کیا۔ درحقیقت علامہ اقبال کا تذکرہ کرنا ان کے افکار سے رہنمائی لینا تھا۔ وہ پاکستان کا آئیڈیا دینے والے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح 21 اپریل 1938ء کو بنگال کی طرف دورے پر تھے۔ مسلم لیگ کا جلسہ جاری تھا کہ ریڈیو سے علامہ اقبال کے سانحۂ ارتحال کی خبر ملی۔ قائداعظم نے اس خبر پر دکھ کا اظہار فرمایا اور اس جلسہ کو علامہ اقبال کے لیے تعزیتی جلسہ میں بدل دیا۔

صرف قائداعظم اور دیگر زعمائے ملت ہی نہیں دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عالم اسباب میں پاکستان کا بننا اور تحریک پاکستان کا کامیاب ہو جانا ممکن نہیں تھا سوائے علامہ اقبال کی شاعری کے۔ اگر کسی ایک شخصیت کا نام لیا جائے جو پاکستان کے قیام کا موجب بنی تو وہ علامہ اقبال ہیں۔ برطانیہ میں قیامِ پاکستان سے قبل کی دستاویز جب ریلیز (RELEASE) ہوئیں۔ تو اس وقت کے سیاسی حالات (UNDER CURRENTS) عوامی سطح پر آشکار ہوئے برطانیہ کے وزیراعظم جیمز رمزے میکڈونلڈ کا انٹرویو اگست 2007ء کے ٹائم میگزین میں چھپا کہ:

''اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک حواس باختہ اجتماع کے سامنے 29 دسمبر 1930ء کو اس صورت حال کا یہ حل رکھا کہ شمال مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک آزاد ریاست ہو، ایک علیحدہ وطن جہاں مسلمانوں کا اپنا اقتدار ہو۔ اس تجویز کا ردّعمل دھماکہ خیز تھا۔ اس وقت کا برطانوی وزیراعظم JAMES RAMSAY MacDONALD پکار اٹھا کہ متحدہ ہندوستان کے لیے ''ہماری تمام کاوشوں پر اقبال شاعر نے پانی پھیر دیا ہے۔'' اگلے ہی روز TIMES OF LONDON کے اداریہ نے مشرق وسطیٰ، ایران، افغانستان اور روسی سلطنت کے سرحدی علاقوں پر مشتمل ایک متحدہ اسلامی ریاست کے منصوبہ کا چرچا کیا۔'' (ٹائم میگزین 13 اگست 2007ء)(ترجمہ شہرام اقبال)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ ''دشمن کے تیر جدھر گریں حق وہیں ہوتا ہے''۔ منحوس برطانوی سامراج کے نزدیک اگر علامہ اقبال کی شخصیت قابل مذمت ہے تو ہمارے لیے قابل احترام ہے اور ہمارے سب سے بڑے HERO اور محسن ہیں۔ اسی لیے اگرچہ قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے عشروں میں پاکستان میں علامہ اقبال کے افکار کو پذیرائی حاصل تھی مگر بعد کے عشروں میں کسی نادیدہ دباؤ کی وجہ سے علامہ اقبال کی شخصیت اور ان کے افکار کو تعلیمی نصاب، میڈیا اور سرکاری تقریبات اور تذکروں سے بھی نکال دیا گیا۔

ہمارے نزدیک ملک میں تمام مکاتب فکر اور جدید و قدیم علوم کے ماہرین کے درمیان کسی ایک شخصیت پر قرآن و حدیث کی تشریحات اور پاکستان کے نظامِ حکومت کے بارے میں آراء پر اتفاق ہوسکتا ہے تو قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک صرف اور صرف علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی شخصیت ہے۔

بوجوہ 'پیغام پاکستان' میں بھی علامہ اقبال کا تذکرہ غائب کرنا اسی جاری عمل (PHENOMENON) کا حصہ ہے تاہم اس کوتاہی پر ہم پیغام پاکستان کو DISOWN نہیں کررہے بلکہ ہم گزارش کریں گے کہ پاکستان کے بارے میں مثبت سوچ رکھنے والے ذہن آئندہ اس پر توجہ دیں اور علامہ اقبال کو پاکستان میں ہر سطح پر ان کا جائز مقام RESTORE فرمائیں۔

## 2۔ دوقومی نظریہ (TWO NATION IDEOLOGY) کا ذکر نہ کرنا:

تحریک پاکستان کی تاریخ سے واقف ہر شخص 'دوقومی نظریہ' کے الفاظ کی اہمیت کو سمجھتا ہے۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان کا عالمی نقشہ پر اُبھر کر آنا ممکن ہوا۔ آج سے 8-10 عشرے پہلے یہ نظریہ صرف جنوبی ایشیا میں وجہ نزاع تھا اور مسلمان اس کا دفاع کر رہے تھے۔ آج وہی نظریہ عالمی سطح پر آ گیا ہے اور پوری دنیا کے مسلمان بالعموم اور پاکستان کے مسلمان بالخصوص عالمی سیکولر صہیونی نظام اور لبرل ازم کا ٹارگٹ ہے۔ اور یہ معرکہ آج پورے عالم میں جاری ہے۔ اگر ہمیں اپنی تاریخ یاد ہوتی اور ہم نے یہ تاریخ اپنے تعلیمی نصاب میں بچوں کو پڑھائی ہوتی تو آج نظریاتی سطح پر خلا (VACUUM) کا احساس نہ ہوتا۔ علامہ اقبال سے منسوب یہ بات (جو ایک اٹل حقیقت بھی ہے) کہ جو قوم اپنی تاریخ کو بھلا دیتی ہے وہ حرفِ غلط کی طرح مٹا دی جاتی ہے، تاریخ قوموں کے

لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو انفرادی سطح پر انسان کے 'دماغ' کو حاصل ہے یا موبائل فون میں اس کی میموری (MEMORY) کو حاصل ہے۔ لہٰذا ــــــ جیسا کہ ہم نے تجاویز میں ذکر کیا ہے پاکستان میں ہر سطح کے تعلیمی نصاب میں سرکاری وغیر سرکاری، اعلیٰ وادنیٰ، ملکی وغیر ملکی ہر سطح پر دو قومی تصورات سے ہم آہنگ نظریاتی لوگوں کا لکھا ہوا نصاب رائج کیا جائے۔ اور وہ نصاب علامہ اقبال کے افکار پر مبنی ہو۔ فکر اقبال کے ماہرین اور علماء کے تعاون سے تیار کیا جائے ورنہ یہ 'پیغام پاکستان' بھی قومی سطح پر ہماری اصلاح نہیں کر سکے گا۔

## 3۔ IDEALISM VS REALISM

تاریخ اسلام، تاریخ تحریک پاکستان، پاکستان کے حالات اور پاکستان کا عالمی مقام جیسے معاملات میں ایک IDEALISTIC APPROACH اور دوسری REALISTIC APPROACH ہو سکتی ہے۔ حقائق کی دنیا میں انسان صرف آئیڈیل سوچ کے ساتھ زندہ رہ کر کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتا جب تک روزمرہ معاملات میں ٹھوس زمینی حقائق SOLID GROUND REALITIES کو مدنظر نہ رکھے۔ اور جو فرد یا قوم حقیقت پسندانہ سوچ کے تحت زندگی کے معاملات طے کرے اور اس فرد یا قوم کا کوئی آئیڈیل (IDEAL) یا اجتماعی مقصد نہ ہو یا اس کا شعور ختم ہو جائے تو وہ قوم بھی باقی اقوام کے ہاتھ میں ایک کٹی ہوئی پتنگ کی مانند ہے۔

زیر گفتگو 'پیغام پاکستان' کا بیانیہ بھی کسی اجتماعی مقصد اور ہمارے قومی آئیڈیل یعنی افکار اقبال میں ملک کو اسلام کی تعلیمات کا نمونہ بنانا یا اقوالِ قائداعظم کے روشنی میں خلافت اسلامی کا ایک نمونہ بنانا جیسے آئیڈیل کے تذکرے سے خالی ہے۔ لہٰذا اس بیانیے کی روشنی میں آپ ملک پاکستان کو بے لنگر کا جہاز کہیں یا کٹی ہوئی پتنگ کہیں یا گذشتہ دو عشروں میں لکھے گئے غیر ملکی تجزیوں کے مطابق 'PAKISTAN IN SEARCH OF IDENTITY' کہیں، اس سے ہماری اجتماعی اور نظریاتی گراوٹ کا اندازہ ہو جائے گا۔

پاکستان میں مغرب سے متأثر اہل علم، اہل قلم اور مغربی علوم کے زیر اثر پروردہ حضرات کا بالعموم یہی بیانیہ ہے اور اس قسم کے بیانیہ پر مغرب، مغربی طاقتیں اور آج کا عالمی صہیونی استعمار مطمئن اور خوش ہے۔ تاہم اگر ہمارے اہل قلم اور اہل علم نے یہ انداز ایک تدبیر کے انداز میں

اختیار کیا گیا ہے کہ مغرب کو نشانہ تنقید بنائے بغیر اپنا کام کیے جاؤ اور اپنے نظریے اور پاکستان میں اسلام اور اسلامی اقدار کے فروغ اور قانون کے نفاذ کے لیے کام بڑھتا رہے تو یہ سوچ زیادہ بری نہیں بلکہ خوش آئند ہے۔ مگر اس فرضی سوچ کا کوئی عندیہ عمل کی دنیا میں ہے نہ ہماری قیادت کے فکر کے کسی گوشے میں۔

آج سے دو عشرے قبل پاکستانی افواج کے ایک نامور ریٹائرڈ جنرل جناب حمید گل صاحب نے ایسا ہی طرزِ عمل اختیار کر کے آئینی اور قانونی تقاضوں کے مطابق جمہوری روایات کے جلو میں مقصد حاصل کرنے کی جدوجہد کو ایک 'نرم انقلاب' سے تعبیر کیا تھا اور پاکستان میں آج جیسے حالات میں یہ کوشش بھی خوش آئند ہے اور اسے آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ حقیقی انقلاب یا HARD REVOLUTION کے امکان کو ردّ کیے بغیر ــــ نرم انقلاب کے لیے باہمی تعاون، جدوجہد اور آگے بڑھتے رہنے کا عمل اور اس نرم انقلاب کو ممکن بنانے کی ہر سوچ قابلِ داد ہے اور قومی سطح پر متحد ہو کر اس سوچ کو قومی سوچ بنانا اور اس کے مطابق اپنے وطن عزیز کو ڈھال دینا ــــ اس کا منطقی تقاضا ہے۔

ہم ان سطور میں 'پیغام پاکستان' کے بیانیے کو اپنی تجاویز اور تحفّظات سے منسلک کر کے پاکستان کو 'نرم انقلاب' کی طرف چند قدم آگے بڑھانے کی غرض سے مکمل تائید کرتے ہیں۔ اگر یہ اقدامات خلوصِ دل سے نہ کیے گئے تو پیغام کا بیانیہ 'خود بخود' غیر مؤثر ہو جائے گا اور حکومتی سطح پر ایک نئے بیانیے کے اجراء کی ضرورت کا احساس پیدا ہو گا اور پھر یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام نہیں آ جاتا یا 'خاکم بدہن' پاکستان تحلیل ہو کر قصّۂ ماضی نہیں بن جاتا۔ بقول اقبال ؎

وطن کی فکر کر، ناداں مصیبت آنے والی ہے  تری بربادیوں کے مشورے ہیں 'آسمانوں'* میں

ہم پاکستان میں اقبال کے خواب کی تعبیر کے طور پر خلافت کے قیام کے لیے دعا گو ہیں اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ لَنَا ھٰذَا اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ لَنَا ھٰذَا اور کسی انجامِ بد سے اللہ سے پیشگی پناہ مانگنے پر مجبور ہیں۔

* UNO، اسرائیل، PENTAGON اور بھارت۔

# مسائلِ میراث اور

# ہمارے اُجڑتے خاندان

(حصہ ہفتم)

حافظ مختار احمد گوندل

## اسلام کا نظام کفالتِ عامہ اور موجودہ پنشن

بیت المال سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بھی مدینہ منورہ کے عام شہری (متوسط درجہ) کی بنیاد پر مقرر ہوا تا کہ وہ اپنے گھر کے اخراجات چلا سکیں، اور فیصلہ میں تحریر کیا گیا کہ لا وکس فیھا ولا شطط نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ۔ یعنی اسلامی مملکت میں حکمران اور عام شہری کا معیار زندگی یکساں ہونا چاہیے۔ یہی طرز عمل بیت المال سے عام لوگوں کے وظیفے مقرر کرنے میں بھی اختیار کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں برابری کی بنیاد پر وظائف تقسیم ہوا کرتے تھے، دینی فضیلت کے اعتبار سے ترجیحی درجات (Grdes) نہیں تھے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (13:49)

’’اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم میں شاخیں اور قبیلے بنائے تا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔‘‘

احادیث رسول میں بھی یہی احکام ہیں:

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ ایک شخص آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اُسے دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو، اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زادِ راہ ہو تو وہ اسے دیدے جس کے پاس زادِ راہ نہ ہو۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف انواع کے اموال (اسی طرح اوروں کو دیدینے) کا ذکر فرماتے رہے کہ ہم (میں سے ہر ایک) نے گمان کرلیا کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے ضرورت سے زائد مال پر کوئی حق نہیں‘‘۔ (ریاض الصالحین، باب الایثار والمواساۃ)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو اپنا مہمان بنالے، اور اگر چار (آدمیوں) کا کھانا ہو تو پانچویں یا چھٹے کو (اپنا مہمان بنالے) (صحیح بخاری)

اسلامی ریاست میں بسنے والے چونکہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہوتے ہیں تو ریاست میں مقیم ہر مسلم و غیر مسلم کی کفالت اس نظام کا حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں جب ’’حیرہ‘‘ فتح ہوا تو اس موقع پر ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے کفالتِ عامہ کی ضمانت دی گئی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

> ’’میں طے کرتا ہوں کہ اگر ذِمیوں میں سے کوئی ضعیف ہو، کام نہ کرسکتا ہو، یا آسمانی یا زمینی آفات میں سے کوئی آفت اس پر آپڑے، یا ان کا کوئی مالدار محتاج ہو جائے اور اس کے اہلِ مذہب اس کو خیرات دینے لگیں، تو ایسے تمام افراد کا جزیہ معاف ہے، اور بیت المال سے ان کی اور ان کے اہلِ خانہ کی کفالت کی جائے گی، جب تک وہ دار الہجر ۃ اور دارالاسلام میں اقامت پذیر ہوں‘‘۔ (کتاب الخراج لابی یوسف، باب فی الکنائس والبیع والصلبان، ص: ۱۴۴، مطبوعہ سلفیہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جنھیں خلیفہ راشد بھی تسلیم کیا گیا ہے، کا حکم نامہ مذکور ہے:

’’حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گورنر کے نام لکھا کہ وہ لوگوں کے عطایا ان کو ادا کرے، گورنر نے جواب لکھا کہ میں نے عوام کے عطایا انھیں ادا کر دیے ہیں، مگر بیت المال کی رقم بچی

پڑی ہے (اس کا کیا کروں؟) تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ایسے قرضداروں کو تلاش کرو جنھوں نے کسی نادانی کے کام کئے بغیر، یا فضول خرچی کئے بغیر قرض لیا ہو، ان کا قرض ادا کر دو، گورنر نے لکھا کہ میں نے ایسے تمام قرضداروں کے قرضے ادا کر دیے ہیں، پھر بھی مسلمانوں کے بیت المال میں رقم بچ گئی ہے، آپ نے لکھا کہ ہر ایسے کنوارے کو تلاش کرو جس کے پاس مال نہ ہو، مگر وہ شادی کرنا چاہتا ہو، اس کی شادی کراؤ، اور اس کا مہر ادا کرو۔ گورنر نے لکھا کہ میں نے جس کسی کو ایسا پایا، اس کا نکاح کرا دیا ہے، مگر پھر بھی بیت المال میں رقم باقی ہے، آپ نے لکھا کہ ہر ایسے ذمی کو تلاش کرو جس پر جزیہ ہو اور اپنی زمین آباد کرنے سے عاجز ہو، اسے قرضہ دو تا کہ وہ اپنی زمین پر کام کرنے کے قابل ہو جائے، کیون کہ ہم انہیں سال دو سال کے لیے نہیں بلکہ ان سے حسن وسلوک کا طویل رشتہ چاہتے ہیں''۔ (کتاب الاموال لابی عبید، الجزء الثالث: صنع عمر بن عبدالعزیز فی تقسیم الفیء: ۱/۳۶۳، دارالہدی النبوی، مصر)

مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں کہ: ''اسلامی حکومت کے سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا فقیر، مرد ہو یا عورت کو اس کی استعداد اور حالت کے مطابق ان تین بنیادی ضروریات کے حصول کے لیے ہر قسم کی سہولیات پہنچائے، وہ تین چیزیں یہ ہیں: (1) کھانے پینے کی سہولت۔ کیونکہ یہ ہر فرد کی زندگی کا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہیں۔ (2) لباس کی ضرورت۔ خواہ وہ روئی کا ہو یا کتان (قیمتی کپڑا) یا اُون کا۔ (3) ازدواجی زندگی کی سہولت۔ کیونکہ یہ انسانی نسل کی بقا کے لیے ضروری ہے۔'' (اسلام کا اقتصادی نظام)

اسلام میں انفاق العفو ایسا نظام ہے جو ارتکاز دولت کے منافی اور معاشی مساوات کا علم بردار اور ناداروں کو افلاس سے نجات دلانے میں ممد ومعاون ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمان خداوندی ''قُلِ الْعَفْو'' کی تفسیر اپنے کلام میں اس طرح فرمائی ہے:

جو حرف 'قل العفو' میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

قرآن پاک میں اس امر کی جابجا تلقین بھی وارد ہے:

اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ O فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ O وَلَا یَحُضُّ

عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ O (107:1۔3)

''کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جو جزا وسزا کا منکر ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی تلقین نہیں کرتا۔''

نیز ایسے شخص کو جہنم کا سزاوار قرار دیا گیا:

خُذُوۡہُ فَغُلُّوۡہُO ثُمَّ الۡجَحِیۡمَ صَلُّوۡہُ O ثُمَّ فِیۡ سِلۡسِلَۃٍ ذَرۡعُھَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُکُوۡہُ O اِنَّہٗ کَانَ لَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ O وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ O (69:30۔34)

''اسے پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو، پھر اسے جہنم میں داخل کرو پھر اسے ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو، یقیناً یہ وہی ہے جو خدائے بزرگ و برتر پر ایمان نہیں لایا تھا، اور نہ ہی محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا''۔

کھانا کھلانا تو ایمان والوں کی صفت قرار پایا:

وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا O (76:8)

''اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں (اپنا) کھانا مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔''

اغنیاء کے مال میں غرباء وبیکسوں کے حق کو اسلامی حکومت انہیں فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے۔:

وَالَّذِیۡنَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ O لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ O (70:24۔25)

''ان کے اموال میں ایک مقررہ حصہ ہے، مانگنے والوں کا اور محروم افراد کا''۔

مذکورہ بالا نظائر سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام کا نظامِ کفالت ابرِ رحمت ہے اور اسلامی حکومت کی معاشی پالیسی کے مذکورہ بالا بنیادی نکات اسی لئے بیان کئے گئے ہیں کہ غایت تقسیم اموال واضح ہو جائے اور روز بروز امیر امیر تر اور غریب غریب تر نہ ہوتے چلے جائیں۔ سود حرام، زکوٰۃ فرض، مالِ غنیمت میں خُمس، صدقات، کفارات، میراث مزید ایسے قوانین وضع بھی کئے گئے کہ بخل ایسی بیماری سے اسلامی معاشرہ محفوظ رہے، اجارہ داری قائم نہ ہو۔ معاشرہ کے محروم طبقات کو ان کا حق مل جائے، معاشرہ فساد و بدامنی کا شکار نہ ہو جائے۔ طبقاتی تقسیم میں کمی ہو جائے اور وسائل کی دستیابی کے ساتھ ساتھ کفالت عامہ کے اس وسیع نظام کا دائرہ بڑھتا اور پھیلتا چلا جائے۔

## ریٹائرمنٹ: معانی ومفاہیم

اقوامِ مغرب جب اسلام کے جامع نظام کفالت سے متاثر ہوئیں اوراپنے معاشروں میں اسے نافذ کرنا چاہاتو اس میں قطع و برید کرتے ہوئے اپنے عصری تقاضوں کے مطابق قوانین وضع کیے، جن میں اوقات کار کا تعین بھی تھا۔جس کی یاد ''یوم مئی'' کی صورت میں ہر سال منائی جاتی ہے اور پھرانسانی قوت، جسمانی کارکردگی اور ذہنی صلاحیتوں کی پیمائش کے سالہا سال تجربات (Time and motion study) کے نتیجے میں حیات انسانی میں کام کے کل دورانیہ کا تعین ہوااوراسی کے ساتھ ریٹائرمنٹ کا تصور بھی اجاگر ہوایعنی جب وہ حالت آجائے کہ قوائے انسانی ضعیف یا مفلوج ہو جائیں تو اسے ملازمت سے سبکدوش کر کے اس شخص اوراس پر منحصرافراد کے گزراوقات کے لیےاس کے مالی معاوضوں کا بھی تعین ہوا، جسے پنشن کا نام دیا گیا۔ جیسا کہ وکی پیڈیا میں تحریر ہے:

Retirement is the withdrawal from one's position or occupation or from one's active working life.A person may also semi-retire by reducing work hours.

An increasing number of individuals are choosing to put off this point of total retirement, by selecting to exist in the emerging state of Pre-tirement.

Many people choose to retire when they are eligible for private or public pension benefits, although some are forced to retire when bodily conditions no longer allow the person to work any longer (by illness or accident) or as a result of legislation concerning their position. In most countries, the idea of retirement is of recent origin, being introduced during the late 19th and early 20th centuries. Previously, low life expectancy and the absence of pension arrangements meant that most workers continued to work until death. Germany was the first country to introduce retirement benefits in 1889. (Wikipedia)

"Retirement" کے اردو زبان میں درج ذیل معانی و مفاہیم ہیں: گوشہ نشینی، آرام و

استراحت، سبکدوشی، فارغ خدمتی، ملازمت سے فراغت کا عمل، ملازمتی عمر کا بقیہ، فوج کی پسپائی تاہم فوج کے حوالے سے ریٹائرمنٹ کا مطلب جنگی حکمت عملی، جنگ سے احتراز وغیرہ ہوتا ہے اور عدلیہ کے حوالے سے ریٹائرمنٹ، استراحت یا اس وقفے کو کہا جاتا ہے جب جج حضرات مقدمات کی سماعت کے دوران عدالتوں سے اٹھ کر ریٹائرنگ روم میں چلے جاتے ہیں۔ ابتدائی طور پر ''ریٹایرمنٹ'' محض فوجی پسپائی یا گوشہ نشینی کے معانی میں استعمال ہوتا تھا، بعد میں محفل برخاست کرکے خوابگاہ کی جانب روانگی اور پھر عہدے یا منصب سے سبکدوشی بھی اس کے معانی میں شامل ہوگیا۔ مروّجہ مفاہیم میں اسے قانونی طور پر ملازمتی عمر کے بقیہ کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔ جس میں پنشن یا کوئی مالیاتی پیکیج بھی شامل ہوتا ہے۔ تاہم اب اس میں ملازمت سے فراغت کی دیگر صورتیں مثلاً جبری ریٹائرمنٹ، پیشگی ریٹائرمنٹ، رضاکارانہ ریٹائرمنٹ، (Golden Shake Hand) وغیرہ جیسی اصطلاحیں بھی شامل ہیں۔

عربی زبان میں ریٹایرمنٹ کے لئے '**التقاعد**' اور ریٹائرڈ شخص کے لئے '**المتقاعد**' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جس کے لغوی معنیٰ 'بیٹھ رہنا' ہے لیکن ''التقاعد'' میں دست برداری، جان چھڑانا، جنگ یا جہاد سے فرار ہونا، ذمہ داری سے فرار، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا، بے کاری وغیرہ کے معانی ومفاہیم بھی شامل ہیں۔ لہٰذا عمر کا وہ بقیہ جس میں معذوری کی بنا پر صحیح طور پر کام نہیں ہوسکتا۔ ریٹائرمنٹ کہلاتا ہے۔ قرآن مقدس میں اسے **ارذل العمر** کہا گیا ہے۔ جبکہ امت رسول اللہ ﷺ کی اوسط عمر ساٹھ اور ستر سال کے درمیان احادیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو چالیس سال کی عمر تک عذر کا موقع دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن ساٹھ سال کے لوگوں کو الگ سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھی روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ ساٹھ سال کی عمر تک عذر کا موقع دیتا ہے۔ اس کے بعد نہیں۔ تفسیر قرطبی میں موت کو دو مرحلوں میں بیان کیا ہے ایک چالیس سال کی اور دوسرا ساٹھ سال کی عمر میں۔ چالیس سال کے بعد کی عمر پہلی مہلت ہے کہ آگے کی تیاری کی طرف توجہ دے۔ ساٹھ سال کے بعد کی عمر آخری مہلت ہے۔ اگر یہ موقع بھی ضائع کر دیا گیا تو کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ تحفۃ القاری میں عمر کے تین دور بیان

ہوئے ہیں: 35 سال کی عمر سے جوانی کا زوال شروع ہوتا ہے، 50 سال سے ادھیڑ عمر کا آغاز اور ساٹھ سال سے بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ امام بخاری اور امام طبری کی آراء میں وہ عمر ساٹھ اور ستر سال کے مابین ہے۔ قاضی عیاض کے نزدیک اسّی سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد محدثین کو روایت حدیث سے روک دینا چاہئے۔ ابن بطوطہ نے دوسری اقوام وملل میں بڑھاپے کے بارے میں تصورات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نصاری میں بڑھاپے کی مثال سوکھی کھیتی سے دی جاتی ہے۔ چین میں ساٹھ کے بعد الٹی گنتی شروع ہو جاتی ہے۔ ساٹھ سال کے شخص کو بچہ قرار دے کر اسے قانون سے بھی مستثنیٰ سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں ریٹائرمنٹ کی عمر ساٹھ سال ہی ہے۔ حکومتوں کا کسی بھی مقررہ عمر کی حد تک ملازمین کو ملازمت سے فراغت کے باقاعدہ قوانین اٹھارھویں صدی کے آغاز میں سب سے پہلے جرمنی، امریکہ، یورپ اور پھر ان ملکوں میں جو مغربی استعمار کے زیر نگیں تھے، لاگو ہونا شروع ہوئے۔ جیسے پاک و ہند میں ریٹائرمنٹ کے قوانین برطانوی دور کا تسلسل ہیں۔ البتہ اسلام میں ریٹائرمنٹ کا کوئی تصور نہیں بلکہ تادم زیست کام اور انسانی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ جدید مسائل میں یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ لہٰذا اس میں اجتہادی اختلاف ایک فطری بات ہے۔ چونکہ اسلامی دنیا میں عام طور پر لوگ تاحیات کام کرتے ہیں وہاں ریٹائرمنٹ کا تصور نہیں، لہٰذا اس موضوع پر ماہرین عمرانیات کی آراء میں بھی اختلاف ہے۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ ریٹائرمنٹ کا مقصد ملازمین کی مخفی صلاحیتوں کا استیلا و استرداد ہے۔ بنیادی اعتراض بھی ریٹائرمنٹ پر یہی ہے کہ یہ قانون انسان کو کام کے بنیادی حق اور واجبات سے محروم کر دیتا ہے۔ چونکہ یہ قوانین استعماری دور میں متعارف ہوئے ہیں اس لئے بھی ان کے غیر اسلامی ہونے کا شائبہ زیادہ قوی ہے۔ خصوصاً ملازمین کے پس انداز سرمائے پر اضافہ، اس میں غیر واضح بعض امور اور لین دین میں کمی بیشی اور ابہام ہی کی بنا پر علماء کی مختلف آراء ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے نفسیاتی، معاشی اور معاشرتی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ ریٹائرڈ ملازمین خود کو بیکار سمجھنے لگتے ہیں، ان کی صلاحیتیں زنگ آلود ہونا شروع ہو جاتی ہیں، ان کی فراغت کو اہل خانہ پر بھی بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ معاشرتی طور پر لوگ انہیں ملنے سے گریز کرتے ہیں۔ وہ بہت جلد نفسیاتی و جسمانی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سٹھیا جانے جیسے محاورے ان کا مقدر بن

جاتے ہیں وغیرہ۔لیکن اس نفسیاتی اور معاشرتی صورت حال کی تمام تر ذمہ داری ریٹائرمنٹ اور پنشن پر بھی نہیں ڈالی جاسکتی۔ ریٹائرمنٹ کے بارے میں یہ خیال بھی غلط ہے کہ یہ آرام کا زمانہ ہے۔اگر ہمت اور طاقت ہو تو کام کو جاری رکھنے میں کیا رکاوٹ ہے۔ یہ تصور تو عام طور پر سرکاری ملازمتوں میں ہے جہاں لوگ تنخواہ کو بھی پنشن سمجھ کر وصول کرتے ہیں کہ تنخواہ کے عوض محنت اور کام کرنا ضروری نہیں۔ حالانکہ بعض مخصوص شعبوں سے ریٹائر ملازمین اپنے تجربات کی بنا پر تازہ دم نئے ملازمین سے بدرجہا بہتر کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسلام ترک دنیا کا دین نہیں۔عصر حاضر میں ریٹائرمنٹ کے جدید مفہوم کو تسلیم کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔اسی بنا پر علماء نے پنشن کے احکام کی فقہی حیثیت عطیہ کے اعتبار سے ہی متعین کی ہے۔اب تو بعض علماء بھی گریڈ اور پنشن جیسی سہولت کے متمنی ہیں تاکہ وہ بھی معاشرے میں باوقار زندگی گزار سکیں۔ اگر تمام مساجد و مدارس کے ائمہ و خطباء کرام کی تعلیمی اہلیت کے پیش نظر وہ مراعات جو ان جیسی اہلیت کے حامل دیگر سرکاری ملازمین کو دورانِ ملازمت یا ریٹائرمنٹ کے بعد حاصل ہیں، حکومت فراہم کرے اور وہ ان سے مستفید ہوں تو ہمارے مذہبی رہنما بھی قومی زندگی میں فرقہ واریت سے مبرا اتحاد و یگانگت کی فضاؤں میں اپنی خوشبوئیں بکھیر دیں۔محکمہ اوقاف میں یہ تجربہ کیا جاچکا ہے۔ چونکہ ابتداء میں مغربی حکومتوں کے وفادار ملازمین کے لیے یہ قانون وضع ہوا جس میں پنشن اور دیگر مالی وسائل و مفادات کو عقد تبرع یعنی ایک فریق اپنی خوشی سے دوسرے فریق کی خدمات کے اعتراف میں خیرخواہی کے طور پر اضافی عطیات یا انعام دے دیتا ہے۔ یہی انکی ضرورت تھی۔لیکن اسی عقد تبرع کا زمانی ارتقاء عقد معاوضہ کی صورت اختیار کرچکا ہے یعنی فریقین باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت ملازمتی قوانین پر اتفاق کرتے ہیں اور عدالتیں حکومت کو ان قوانین پر عمل درآمد کرواتی ہیں۔ حکومتیں بھی ریٹائرمنٹ کے موجودہ قوانین میں توسیع و ترمیم کرتی رہتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً ملازمین کی فلاح و بہبود کے پیش نظر قانون سازی بھی ہوتی رہتی ہے۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان نے بھی پنشن کی عدم ادائیگی پر ازخود نوٹس لے کر اسے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ 15 فروری 2018 کے سپریم کورٹ کے حکم جو اس نے جناب صادق علی و دیگر اور جناب

نسیم احمد وہرہ کے توہین عدالت مقدمات میں جاری کیا تھا، ریگولر ریٹائر پٹیشنرز کو حکومت پاکستان کے نوٹیفکیشنز کے مطابق پنشن اضافہ جات ادا کر دیے ہیں۔ اس میں میڈیکل الاونس شامل نہیں ہے۔ واضح رہے کہ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد پنشن کا چالیس فیصد حصہ کمیوٹ ہوتا ہے اور ریٹائر ہونے والے ملازم کو 12 سال کے لئے کچھ رقم نقد مل جاتی ہے جس طرح حاضر سروس ملازمین کی تنخواہ میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا ہے اسی طرح پنشن میں بھی وقتاً فوقتاً اضافہ کے احکامات جاری ہوئے۔ یکم دسمبر 2001ء سے قبل جتنی مرتبہ بھی پنشن میں اضافہ کیا گیا وہ پنشن کے دونوں حصوں (غیر کمیوٹ شدہ بمع کمیوٹ شدہ) یعنی گراس پنشن (Gross Pension) پر ملتا تھا۔ یکم دسمبر 2001ء سے لاگو ہونے والے تنخواہ اور پنشن کے احکامات کے تحت پنشن میں اضافہ صرف غیر کمیوٹ شدہ (پنٹ) پنشن پر دیا جانے لگا اور کمیوٹ شدہ اضافہ بند کر دیا گیا اور کمیوٹ شدہ پنشن کی بحالی بھی بند کر دی گئی۔ جبکہ فنانس ڈویژن حکومت پاکستان نے جاری کردہ مراسلہ مورخہ 12.10.2015 اور مورخہ 9 فروری 2016ء کے تحت یکم دسمبر 2001ء کے بعد ریٹائر ہونے والے ملازمین کو بھی کمیوٹ شدہ پنشن بمع اضافہ جات دینے کی تاکید فرمائی ہے۔ جس پر عملدرآمد کے بارے میں سپریم کورٹ کا درج بالا فیصلہ آیا ہے۔ اسلام میں ریٹائرمنٹ کا جدید مفہوم ریاست کی اس ذمہ داری سے ہے کہ جس میں بڑھاپے، معذوری اور کام کاج کی اہلیت نہ رہنے پر آغاز ملازمت پر کیے گئے اس عقد معاوضہ کی بنا پر ریاست کے ملازمین اور ان کے اہل خانہ کی فلاح و بہبود مسلم حکمرانوں پر فریضہ ہے۔ تمام قانونی مالی انتفاعات اور پنشن ملازمین کا حق اور اجرت موجل ہے۔ ملازمین کی دوران ملازمت وفات کی صورت میں وصول ہونے والے تمام واجبات (Death Packages) بمع پنشن پر وراثت کا قانون لاگو ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ ریاست کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں علماء کے اجتماعات منعقدہ فاس، قاہرہ، مجلس کبار العلما، سعودی عرب 1977، مجمع فقہ اسلامی، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، کی قراردادوں اور شیخ سعود بن عبداللہ الفنیسان کے 2004ء کے فتوی میں اسلامی نقطہ نظر سے متفقہ طور پر ریٹائرمنٹ کا جواز ہے۔ ریٹائرمنٹ کے جدید قوانین کا مقصد اداروں کی کارکردگی (Sustainable) بنانے کے لئے ایسے ملازمین جن سے مزید کارکردگی کی

امید نہیں رہتی اور قانونی اعتبار سے بھی وہ ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ چکے ہوں تو انہیں فارغ کر دینا جائز ہے۔اس کے ساتھ ہی ان قوانین میں ریٹائرڈ ملازمین اوران کے اہل خانہ کی فلاح و بہبود کے لئے ان کے گریڈ کی مناسبت سے حسب قواعد انہیں پنشن دینا بھی ان اداروں پر جن میں ان کی صلاحیتوں سے بھرپور عرصہ گزرا ہے، ازروئے شریعت لازم ہے۔شروع میں یہ حق صرف سرکاری ملازمین کو تھا بعد میں ملازم کی وفات پر اس کی بیوہ، غیر شادی شدہ بیٹی یا کسی معذور فرد کو بھی یہ حق ملتا چلا گیا۔ بتدریج غیر سرکاری ملازمین کے لئے بھی ایسے قوانین بنا دیے گئے۔جن کے تحت ان کے پسماندگان کو بھی (کم از کم) پنشن ملتی رہے۔حکومت پاکستان نے پہلی دفعہ ایمپلائز اولڈ ایج پنشنز آرڈیننس 1972ء کا اجرا کیا تھا، جس پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ پھر آئین کی شق 38 کے مقاصد سے عہدہ برا ہونے کے لئے پارلیمنٹ نے ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹس ایکٹ 1976 پاس کیا۔اس سوشل انشورنس سسٹم کا اطلاق صرف نجی شعبے پر ہوتا ہے کیونکہ پبلک سیکٹر ملازمین، مسلح افواج کے ملازمین، پولیس آفیسرز، لوکل اتھارٹیز (لوکل گورنمنٹ سسٹم کے تحت)، ریلویز اور دیگر آئینی اداروں کے لئے پنشن کا نظام مختلف ہے۔ان کے علاوہ حکومت نے نادار و مساکین شہریوں سے قطع نظر ان کے مذہب کی بہبود کے لئے زکوۃ وعشر آرڈیننس 1980، پاکستان بیت المال ایکٹ 1992 اور بینظیر انکم سپورٹ پروگرام آرڈیننس 2010 (یہ پروگرام 2008 میں شروع کیا گیا تھا) کا اجراء کیا ہے۔ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹس ایکٹ کا اطلاق ان تمام صنعتی اور تجارتی اداروں پر ہوتا ہے (جن میں بنک اور پرائیویٹ سکولز بھی شامل ہیں) جہاں پانچ یا پانچ سے زیادہ افراد ملازم ہوں یا پچھلے بارہ ماہ میں کسی وقت بھی ملازم رہے ہوں۔ نیز اس کا اطلاق پانچ سے کم ملازمین ہونے کی صورت میں بھی جاری رہے گا۔ جہاں تک اس قانون کے تحت دیے گئے فوائد وانتفاعات کا تعلق ہے اس میں تحفظ یافتہ/ بیمہ شدہ ملازمین یا ان کے پسماندگان کو تین قسم کی پنشن (ضعیف العمری (یا تخفیفی) پنشن، پسماندگان کی پنشن، معذوری پنشن) اور پنشن کے اہل نہ ہونے کی صورت میں ایک قسم کی، ضعیف العمری امداد مل سکتی ہے۔

اس ایکٹ کے عملی نفاذ کی ذمہ داری نیم خودمختار بڑھاپے کی مراعات کا قومی ادارہ EOBI پر ہے۔ جو وفاقی وزارت محنت وافرادی قوت پاکستان کے زیر انتظام ہے۔اس کا انتظام

ایک سہ فریقی بورڈ آف ٹرسٹیز کے ذمہ ہے جس میں حکومتی ملازمین کے علاوہ مزدوروں اور آجروں کے نمائندے بھی شامل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ملازم/ملازمہ دوران ملازمت، یا بڑھاپے یا معذوری پنشن وصول کرتے ہوئے وفات پا جائے اور اس کی رجسٹرڈ ملازمت کی مدت کم از کم تین سال ہو تو اس کی بیوہ/خاوند پوری زندگی پنشنر کی (کم از کم) پنشن کے حقدار ہوں گے جو بڑھاپے یا معذوری پنشن کی رقم سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ پنشنر اور اس کے شریک حیات کی وفات کی صورت میں نابالغ بیٹا اٹھارہ سال کی عمر تک اور غیر شادی شدہ، مطلقہ یا بیوہ بیٹی اور غیر شادی شدہ بہن اس کی پنشن کے حقدار ہوں گے۔ اگر پنشنر کے بیوی بچے نہ ہوں لیکن والدین بقید حیات ہوں تو وہ بھی پانچ سال تک پنشن کے حقدار ہوں گے۔ فیملی پنشن کے سلسلہ میں ایک اہم نقطہ یہ ہے کہ پنشنرز کے زیر کفالت افراد اگر پنشنرز کی وفات کے بعد مجاز عدالتوں سے رجوع کریں تو عدالتیں ان کی دادرسی کے احکامات ان کے حق میں جاری کر سکتی ہیں۔ ظاہر ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالتوں سے اسلام کے قانون وراثت کے مطابق ہی حقدار ورثاء کے حق میں ہی فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ وہ اجرت موجل ہے جو زندگی میں وہ ملازم وصول بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ معاہدہ ملازمت میں یہ طے ہو جاتا ہے کہ ان ان حالات میں ملازم کو یہ فوائد حاصل ہوں گے۔ انعام وہ شمار ہوا کرتا ہے جس کا معاہدہ میں تذکرہ نہ ہو۔ جب عقد معاوضہ طے ہو جاتا ہے تو اس کی ادائیگی قانوناً لازمی ہو جاتی ہے۔ تحفہ یا انعام کا تصور قدیم ہو چکا ہے۔ اب تو ہر چیز کے پیمانے موجود ہیں۔ لمحوں کا حساب ہوتا ہے۔ ایک واپڈا کا ملازم جب بجلی کے کھمبے پر بجلی درست کرنے کے لئے چڑھتا ہے تو اس کا معاوضہ ہر گزرنے والے لمحہ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ بیوروکریسی کا شناور اپنی ذہنی صلاحیتوں کے ہر لمحہ کے معاوضہ کا طلبگار ہوتا ہے۔ تخلیقی صلاحیتوں کے پیمانے جسمانی مشقتوں سے جدا ہوتے ہیں۔ ہر آنے والا لمحہ تنخواہوں اور معاوضہ جات کے نظام ہائے جدید کی تحقیقی نوید لے کر نمودار ہو رہا ہے۔ اگرچہ اسے ہم اسلام کے بابرکت نظام کفالت کا مقام تو نہیں دیتے تاہم یقیناً اس کے پس منظر میں شیخین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نظام تقسیم وظائف جو مغربی دنیا میں 'عمر لا' کے نام سے معروف ہے، ہی کارفرما ہے۔ (جاری ہے)

## معروف کالم نگار و دانشور

# اوریا مقبول جان سے فکر انگیز انٹرویو

ارشاد احمد ارشد

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے ملت لاہور، 5/اپریل 2018ء)

ادارہ یہ انٹرویو بالخصوص میڈیا کے نمایاں اہل قلم حضرات کے لیے 'راہنما' کے طور پر شائع کر رہا ہے اس میں ماضی کی جھلک بھی ہے اور مستقبل کی دھندلی سی تصویر بھی۔ اگر آپ کو کبھی اس منحوس مغربی استعمار کے اداروں کی طرف سے ایسا ہی دعوت نامہ آجائے تو یہ انٹرویو آپ کے لیے 'پاکٹ بک' اور تکیہ کے نیچے رکھی جانے والی اہم کامیابی ثابت ہوسکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مشکل آزمائش سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالے۔ تاہم یہ انٹرویو مغرب میں آباد اور امریکہ و یورپ میں آنے جانے والے MULTIPLE VISA کے حامل اہل قلم اور اہل کتاب حضرات کے حالاتِ زندگی کی حقیقت کھولنے اور اُن پر یونانی علم الاصنام (MYTHOLOGY) میں قسمت کی دیوی کے مہربان ہونے کا راز بھی بتاتا ہے۔

انٹرویو کی تمام تفاصیل اور رپورٹنگ سے متفق ہونا ضروری نہیں تاہم مجموعی طور پر یہ انٹرویو بہت سے رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔

س: آپ پاکستان کی معروف علمی شخصیت، دانشور، ادیب اور شاعر ہیں، حالاتِ حاضرہ پر آپ کی گہری نگاہ ہے۔ لہٰذا یہ بتائیں کہ قوموں کے استحکام اور تعمیر و اصلاح میں میڈیا کا کیا کردار ہے؟

اوریا مقبول جان: موجودہ دور کے میڈیا کو جس طریقے سے بنایا گیا اور اس کو جو مقاصد دیے گئے ہیں اس نے وہی کردار ادا کرنا ہے میڈیا بنیادی طور پر ابلاغ اور اطلاعات کی رسائی کے لیے بنایا گیا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کے مقاصد تبدیل ہوتے چلے گئے، مثلاً دوسری جنگ عظیم کی جو مشہور سٹوری واشنگٹن پوسٹ نے کی اس کے مطابق 2 صحافیوں کو بھیجا گیا تھا کہ ہیروشیما اور ناگاساکی میں جا کر دیکھیں کہ ایٹم گرنے کے اثرات ہیں یا نہیں، دونوں صحافیوں نے واپسی پر ایک لمبی چوڑی سٹوری کی جس میں دعویٰ کیا گیا تھا ہم نے وہاں کسی قسم کے کوئی تابکاری اثرات نہیں پائے جب یہ سٹوری دنیا تک پہنچی تو سب خوش اور مطمئن ہو گئے کہ دو شہر ایک بڑی تباہی سے بچ گئے ہیں، یہ بات معلوم ہے کہ واشنگٹن پوسٹ کی یہ سٹوری جھوٹ پر مبنی تھی لیکن جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کا کام میڈیا سے لیا گیا، اب میڈیا کا ایک کردار یہ ہے کہ پوری اُمت مسلمہ کے خلاف مغربی تہذیب اور کارپوریٹ کلچر کا ہتھیار بن چکا ہے۔ کارپوریٹ کلچر کا مطلب ہے پوری دنیا کو ایک خاص قسم کے طرز زندگی میں ڈھالنا کیونکہ اس کے بغیر ان کا مال نہیں بکتا اور تجوریاں نہیں بھرتیں، عورت کا لباس، خوبصورت چہرہ زیبائش اور اس سے متعلقہ سب چیزیں جب تک سامنے نہیں آئیں گی ان کی 80، 90 بلین ڈالر کی انڈسٹری نہیں چل سکتی، پاؤں کے ناخن سے لے کر کے بالوں تک عورت کے ہر جسم حصے کو انڈسٹری بنا دیا گیا ہے۔ دولت اکٹھی کرنے کی اس ہوس کا مرکزی کردار میڈیا ہے مغربی تہذیب کو مسلط کرنے کی اس جدوجہد میں جہاں سے بھی مزاحمت ہوتی ہے وہ میڈیا کے ذریعے اس کا مقابلہ کرتے ہیں، جب ایک عورت حجاب پہنتی ہے تو وہ ان کی بلین ڈالر کی انڈسٹری پر لات مارتی ہے کیونکہ وہ زیبائش کا سامان نہیں بننا چاہتی، اس لیے مغرب اور کارپوریٹ کلچر اسلام کا اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا ہے۔ میڈیا کا دوسرا کردار یہ ہے کہ یہ اسلام کی تعلیمات، روایات واقدار پر حملہ کرنا اور اس کی اخلاقیات کو پامال کر دینا چاہتا ہے۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ عالم اسلام کیا کرے اور ان کا مقابلہ کیسے کرے؟ سیدھی سی بات ہے کہ توپ کا

مقابلہ تلوار سے نہیں کیا جاسکتا، میں پنے علماء اور دانشوروں سے اکثر کہتا رہتا ہوں کہ اگر آپ اس میڈیا وار کا مقابلہ نہیں کریں گے تو مارے جائیں گے۔

س: آپ نے امریکہ کے کتنے دورے کئے؟۔

اوریا مقبول جان: آج سے ٹھیک 26 سال قبل جب میں بلوچستان کے ضلع سبی میں ڈپٹی کمشنر تھا تو مجھے پاکستان میں امریکی سفیر تھامس سائمنز، جونیئر کا خط موصول ہوا، اس خط کا آغاز یوں تھا (امریکی عوام کی جانب سے مجھے یہ اعزاز ہے کہ میں آپ کو دعوت دوں کہ آپ ریاست متحدہ ہائے امریکہ تشریف لائیں) اس کے بعد اس خط میں میرے دورے کی تفصیل درج تھی۔ میں نے ایک سرکاری ملازم کی حیثیت سے چھٹی اور اجازت کی درخواست دی اس وقت بلوچستان کے چیف سیکرٹری سکندر جمالی تھے انہوں نے کہا آپ نہیں جاسکتے میں نے امریکی سفیر کو معذرت کا فون کیا اور وجہ بتادی وہ ایک دم غصے سے کھول اٹھا اور صرف اتنی بات کہہ کر فون بند کر دیا کہ یہ جرأت کس نے کی ہے اس کے اگلے دن امریکی سفارتخانے سے مجھے اس سفارش کی نقل فراہم کی گئی جس میں امریکی حکومت سے یہ کہا گیا تھا کہ مجھے ''انٹرنیشنل وزیٹر پروگرام'' کے تحت امریکہ بلایا جائے اس سفارش کے ہمراہ 2 صفحات پر مشتمل جو میرا تعارف منسلک تھا اس میں چند ایسے گوشے بھی تھے جن کو خود مجھے بھی ادراک نہ تھا۔ سفیر نے اس خط کی نقل حکومت پاکستان کو بھیجی اور یہ بتایا کہ اس شخص کو ہم نے خود امریکہ بلایا ہے صرف چند گھنٹوں میں مجھے ''امریکہ یاترا'' کی اجازت مل گئی۔ یہ ایک بہت تفصیلی پروگرام تھا جس میں میرے ساتھ پاکستان سے صحافت، وکالت اور انسانی حقوق کی انجمنوں کے 5 دیگر لوگ بھی شامل تھے۔ دورے کے دوران تقریباً ہر اہم محکمے کے افسران سے ہماری ملاقات کروائی گئی اور ہمیں طویل بریفنگز دی گئیں، ڈیڑھ ماہ کا یہ دورہ امریکی طرز زندگی اور امریکی بالادستی کا ایک خواب گیں تصور اور پختہ نقش ذہن پر بٹھانے کے لیے کافی تھا، اسی ڈیڑھ ماہ کے دوران ایک دن اچانک چند امریکی مجھ سے سان فرانسسکو کے اس ہوٹل میں ملنے آئے جہاں میرا قیام تھا، حال احوال کے بعد اگلا سوال یہی تھا کہ آپ نے یہاں کوئی عیاشی بھی کی یا نہیں؟ میں جب براہ راست نفی میں سر ہلایا تو ایک گویا ہوا، آپ شاید خوفزدہ ہیں، میری عدم توجہی پر وہ حیران تھا ایک دم میرے پروفائل پر نظر دوڑائی اور کہنے لگا تم ایک رومانوی

شاعر ہو، ایک مشہور ڈرامہ نگار ہو، ایک کامیاب بیوروکریٹ ہو لیکن یہ گوشہ نشینی تمہاری شخصیت سے بالکل برعکس ہے، بات ہنسی میں گم ہوگئی اس کے بعد انہوں نے مجھ سے افغان بارڈر کے قریبی شہروں میں میری پوسٹنگ کے بارے میں گفتگو شروع کردی، چمن، پشین، گلستان، مستونگ اور کوئٹہ ایک لمبی بات چیت جس میں وہ میرے جوابات کے بعد کاغذات پر ٹک لگاتے رہے، آخر میں وہ سوال کیا گیا جس کی مجھے شروع سے توقع تھی پوچھا گیا ''آپ جب چمن میں اسسٹنٹ کمشنر تھے تو کیا ملا عمر وہاں موجود تھے'' میں نے کہا یہ 1988ء کا دور تھا اور اس وقت وہ ایک عام سے مولوی تھے اور ایک جہادی تنظیم سے منسلک تھے۔ ان کا اگلا سوال تھا ''اس سے زیادہ آپ کیا جانتے ہیں؟'' میں نے کہا ''اس سلسلہ میں میری معلومات بھی اتنی ہی ہیں جتنا آپ جانتے ہیں، امریکی کہنے لگے ''ہم تو کچھ بھی نہیں جانتے ہمیں اس عجوبے "PHENOMENOH" کی سمجھ نہیں آرہی، کیا اسے آئی ایس آئی نے بنایا ہے؟'' میں نے جواب دیا گزشتہ ایک سال سے آئی ایس آئی کو بھی یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ طالبان کون ہیں اور کیسے فتوحات حاصل کر رہے ہیں'' امریکیوں کو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی، گفتگو لمبی ہوتی گئی، آخری الفاظ یہ تھے، اگر آپ ہمارے ساتھ مسلسل تعاون کرتے رہیں گے تو یہ ملک آپ کا گھر بھی ہوسکتا ہے''۔ میں نے مسکرا کر بات ٹال دی اور حیرت میں گم وہ لوگ چلے گئے۔ امریکہ، اس کی حکومت، ان کے اداروں سے یہ پہلا رابطہ تھا جس میں دونوں جانب سے حیرت کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں اس قدر اہم کیوں ہوں اور انہیں حیرت تھی کہ امریکی سرپرستی اتنی بے معنی کیسے تھی کہ اسے قبول نہ کیا جائے ٹھیک پورے 21 سال بعد 2017ء میں دوبارہ امریکہ گیا اس دفعہ مجھے ''اکنا'' (اسلامک کونسل آف نارتھ امریکہ ) نے بے گھر مسلمانوں کے لیے فنڈز اکٹھا کرنے کے لیے بلایا تھا۔ ٹرمپ جیت چکا تھا مگر اس نے صدرات کا عہدہ ابھی نہیں سنبھالا تھا۔ امریکی مسلمانوں پر ایک خوف طاری تھا مجھے کہا گیا کہ یہ چند الفاظ آپ اپنی تقریر میں نہیں بولیں گے ورنہ ہمارے لیے مشکلات ہوجاتی ہیں، جیسے یہودی اور ہالوکاسٹ وغیرہ میں نے احتیاط کی لیکن میرے جانے کے بعد مختلف شہروں سے کچھ لوگوں کو ہوم لینڈ سکیورٹی کے افراد اس بنا پر ساتھ لے گئے کہ انہوں نے میرے تقریبات کے پوسٹر اپنی دکانوں پر لگائے تھے پوچھ گچھ کے بعد ان سے آخری بات یہ کی گئی

کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ پکے امریکی بنیں اور ہمیں معلومات فراہم کیا کریں۔

س: 23 مارچ کے موقع پر آپ امریکہ جانا چاہتے تھے لیکن عین آخر وقت میں آپ کو امریکہ نہیں جانے دیا گیا، اس واقعہ کا کیا پس منظر ہے؟

اوریا مقبول جان: آپ کی بات درست ہے 23 مارچ 2018ء کو نیویارک میں یومِ پاکستان کی تقریب میں مجھے مدعو کیا گیا تھا۔ س تقریب میں شرکت کے لیے مجھے پاکستان ایمبیسی اور پاکستان یوتھ آرگنائزیشن نیویارک نے دعوت دی تھی اور تقریب کی صدارت پاکستانی قونصل جنرل راجہ اعجاز نے کرنا تھی۔ 23 مارچ کی صبح لاہور ایئرپورٹ پر پہنچا تو ایئرلائین کے حکام نے کہا کہ آپ کے بارے میں امریکی سفارتخانے نے یہ تحریر کیا ہے کہ آپ کو بورڈنگ پاس نہ دیا جائے، سرزمین پاکستان پر متحدہ عرب امارات کی ائیرلائن پر امریکی حکم نافذ کر دیا گیا، ویزا ٹکٹ اور دیگر سفری دستاویزات میرے پاس تھیں جو مجھے سفر کی اجازت دیتی ہیں۔ امریکیوں کو یہ تو حق حاصل تھا کہ وہ مجھے اپنی سرزمین سے واپس لوٹا دیتے لیکن اس کا یہ قانون پاکستان کی ''آزاد اور خودمختار'' فضاؤں میں کیسے لاگو ہوا، اس سوال کا جواب پاکستان کی حکومت اور متحدہ عرب امارات کی ائیرلائن پر قرض ہے لیکن میرے لئے یہ مقامِ شکر ہے کہ جدید تاریخ کا سب سے بڑا ظالم انسانی جانوں کا قاتل اور پوری دنیا پر بزعم خود عالمی طاقت کا بہروپ رکھنے والا امریکہ اس قدر خوفزدہ ہے کہ میرے منہ سے نکلنے والے چند فقرے اور قلم سے تحریر کردہ چند حروف اس کو پریشان کر دیتے ہیں، یہ صرف میرے اللہ کا مجھ پر فضل و کرم ہے۔

س: آپ کے افکار و نظریات کے بارے میں سارا پاکستان جانتا ہے اپنی نجی زندگی کے بارے میں بھی کچھ روشنی ڈالیں، آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

اوریا مقبول جان: میرے ددھیال اور ننھیال دونوں ''قال اللہ وقال لرسول'' کی ذمہ داریاں مدتوں سے ادا کرتے چلے آرہے ہیں، میرے دادا حکیم مولوی خدا بخش امرتسر کی مشہور تاریخی مسجد خیر دین کے خطیب تھے، مسجد خیر دین وہ تاریخی مسجد ہے۔ جس میں امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا داؤد غزنوی اور دیگر علماء تقریریں کرتے رہے ہیں۔ اس زمانے میں علماء اپنی ضروریات زندگی مسجد سے پوری نہیں کرتے تھے بلکہ انھوں نے کوئی نہ کوئی ہنر

سیکھ رکھا ہوتا تھا۔ ہمارے خاندان میں بھی حکمت اور طب کا سلسلہ برسوں سے چلا آ رہا تھا۔ حکیم شرف الدین عباسی اور حکیم نجم الدین عباسی سیالکوٹی اس زمانے میں حکمت اور طب کے مشہور نام تھے۔ یہ دونوں بھائی تھے اور میرے دادا حکیم مولوی خدا بخش کے پڑدادا تھے۔ حکیم نجم الدین اور حکیم شرف الدین وہ مشہور حکیم ہیں جنہوں نے رنجیت سنگھ کی بیوی رانی جنداں کا علاج کیا تو رنجیت سنگھ نے خوش ہوکر ان کو موکیراں ضلع ہوشیار پور میں بہت بڑی جاگیر عطا کی۔ مگر میرے دادا جاگیر کے انتظامات کو سنبھالنے سے عاجز آ گئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر امرتسر کے ہال بازار میں آ کر مقیم ہوگئے، میرا ننھیال بھی تقریباً سارے کا سارا دینی حوالے سے ذمہ داریاں ادا کرتا رہا ہے۔ سیالکوٹ کے گاؤں علی پور سیداں میں میرے ننھیال کی قبریں ہیں۔ میرے ننھیال اسی علاقے میں دین کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ پیر سیّد جماعت علی شاہ میرے پڑنانا مولوی زکریا کے شاگرد تھے۔ اس دور میں پنجاب میں نہریں نکالنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ گاؤں کے گاؤں آباد ہونا شروع ہوئے تو میرے پڑنانا فیصل آباد کے علاقے پنواں چک نمبر 155 میں آباد ہو گئے اور وہاں کی مسجد میں خطابت کرنے لگے۔ پڑنانا کی وفات کے بعد نانا نے مسجد سنبھال لی۔ اس طرح مجھے اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جنھوں نے مدتوں دین کی خدمت کی ہے۔

س: حصول تعلیم کے بعد کیا مصرفیات رہیں؟

اوریا مقبول جان: ایم اے کے بعد سب سے پہلی ملازمت میں نے فاؤنٹین ہاؤس لاہور میں نفسیاتی اور سماجی کارکن کے طور پر کی اس کے بعد یونائیٹڈ نیشن کے ایک ادارے یونائیٹڈ نیشن فنڈ فار ڈرگ ابیوز کنٹرول میں پانچ چھ ماہ کام کیا اس دوران مارچ 1980ء کو مجھے مزید دو مواقع ملے۔ ایک بلوچستان یونیورسٹی میں لیکچر شپ کی جاب تھی اور دوسری جنیوا میں یونائیٹڈ نیشن ڈویلپمنٹ پروگرام کی جاب تھی۔ ایک طرف جنیوا کی خوبصورت اور پرکشش جاب تھی اور دوسری طرف کوئٹہ تھا میں نے کوئٹہ کو ترجیح دی۔ اس کی ایک وجہ یہ کہ تدریس میرا شوق تھا اور دوسرا یہ کہ میں اپنے وطن میں رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ 18 مارچ 1980ء کو میں نے بلوچستان یونیورسٹی بحیثیت لیکچرار جوائن کرلی۔ وہاں چار پانچ سال مختلف مضامین پڑھائے۔ 1983ء میں سول سروس کے امتحان میں APPEAR ہوا، ایک سال سول سروس اکیڈمی میں ٹریننگ لی اور ٹریننگ کے بعد

بلوچستان میں اسسٹنٹ کمشنر کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ بلوچستان میں ملازمت میری اپنی ترجیح تھی اس لیے کہ بلوچستان یونیورسٹی میں تدریس کے دوران یہ علاقہ مجھے اچھا لگا تھا۔

س: لکھنے کا شوق کب ہو؟

اوریا مقبول جان: شوق بہت پرانا ہے، ابتدا اس طرح ہوئی کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے تقریریں کرنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ جب میں چھٹی ساتویں کا طالب علم تھا مجھے علامہ اقبال پر تقریر کرنا تھی اور میں علامہ اقبال کی شخصیت کے متعلق شعروں کی تلاش میں تھا جو مجھے کہیں سے بھی نہ ملے، آخر میں نے فیصلہ کیا کہ خود ہی شعر کہوں گا میں نے کوشش کی تو دو تین شعر ہو گئے، یہ میرا لکھنے کا آغاز تھا جبکہ میں نے باقاعدہ کالم نگاری پرویز مشرف کے ابتدائی دور یعنی 2000ء میں شروع کی۔

س: بے پناہ مصرفیات کے ساتھ آپ کے مطالعے کا شیڈول کیا ہے؟

اوریا مقبول جان: مطالعہ کے بغیر میں کالم نہیں لکھ سکتا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ میرے کالموں میں ریفرنسز ہوتے ہیں۔ ایسے کالم مطالعے کے بغیر لکھنا ممکن نہیں۔ ہر کالم سے پہلے میں تین چار گھنٹے مطالعہ کرتا ہوں۔

س: اس کا مطلب ہے کہ آپ مطالعہ کالم لکھنے کے لیے کرتے ہیں اگر آپ کالم نہ لکھیں تو مطالعہ بھی نہ کریں؟

اوریا مقبول جان: کالم تو مطالعہ کے بغیر بھی لکھا جا سکتا ہے، اکثر کالم نگار ایسے ہی لکھ رہے ہیں۔ میں نے خود کو پابند کر رکھا ہے کہ کالم ایسا ہو جو مطالعے کے بغیر لکھنا ممکن نہ ہو اور اس میں مطالعہ بہرصورت شامل ہو میرے کالموں کے پانچ مجموعے حرفِ راز کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ کالموں کا ایک مجموعہ مجھے ہے حکم اذان کے نام سے ہے جو ہفت روزہ 'ضربِ مومن' میں لکھتا تھا، یہ میرے وہ کالم ہیں جو کوئی دوسرا اخبار چھاپنے کا روادار نہ تھا، اس لیے کہ پرویز مشرف اور امریکہ کا بہت زیادہ دباؤ تھا۔

س: کالم نگاری کی وجہ سے آپ کو کبھی دشواری اور مشکل کا سامنا کرنا پڑا؟

اوریا مقبول جان: بہت دفعہ ہوا اور بہت کچھ ہوا۔ بہت دفعہ کھڈے لائن پوسٹنگ رہی، سب

سے زیادہ مشکل مشرف دور میں رہی اس دور میں ایران میں ایگزیکٹیو ڈائریکٹر ECO کی ایک پوسٹنگ تھی جس کے لیے میں نے مقابلے کا امتحان پاس کیا اور ایران چلا گیا۔ تنخواہ 5 ہزار ڈالر تھی۔ جو کہ بہت ہی معقول تھی۔ انھی دنوں جامعہ حفصہ کا سانحہ پیش آیا تو میں نے روزنامہ ایکسپریس میں کالم لکھے اور ایران کے ایک چینل پریس ٹی وی میں پروگرام کیا۔ ان کالموں اور ٹی وی پروگرام کی پاداش میں صرف ڈھائی ماہ بعد ہی مجھے وہاں سے ڈیپورٹ کر کے واپس بلا لیا گیا واپسی پر بہت لمبی چوڑی انکوائری ہوئی اور لمبا چکر چلا جب سے میں نے کالم نگاری کا سلسلہ شروع کیا اس وقت سے ریٹائرمنٹ تک سب حکمرانوں کا اس بات پر اتفاق رہا کہ مجھے کسی اچھی پوسٹ پر ٹکنے نہیں دینا۔ کالم نگاری سے پہلے میں اچھی پوسٹوں پر رہا ہوں تقریباً 6 سال ڈپٹی کمشنر، 3 سال اسسٹنٹ کمشنر، ایم ڈی واسا، ڈائریکٹر نیپا رہا ہوں مگر کالم نگاری کے بعد اس طرح کی پوسٹیں میرے لیے شجر ممنوعہ بنادی گئیں مگر میں ہر حال خوش اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والا انسان ہوں اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہا ہوں۔

س: اس وقت ہمارے معاشرے میں لو میرج کا ایک ٹرینڈ چل پڑا ہے لڑکے لڑکیاں گھروں سے بھاگ کر شادیاں کر رہے ہیں اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

اوریا مقبول جان: بات یہ کہ پسند کر کے شادی کرنا اور بات ہے گھر سے بھاگ کر، خاندان کی روایات کی جنازہ نکال کر اور اپنے بزرگوں کی عزت کو داغ دار کر کے شادی کرنا بالکل مختلف بات ہے۔ پسند کر کے شادی کرنا ایک شرعی ضرورت ہے پسند کر کے اور والدین کی رضامندی سے کی جانے والی شادی زیادہ کامیاب رہتی ہے۔ جب میں ڈپٹی کمشنر تھا تو اس وقت مجسٹریٹ کے طور پر میرے سامنے جتنے بھی ایسے کیس آئے جن میں لڑکے نے لڑکی کو بھگا کر شادی کی تھی میں عینی شاہد ہوں کہ یہ سب شادیاں بری طرح ناکام رہیں ان شادیوں کا انجام بہت المناک اور شرمناک ہوا، ان شادیوں میں ایسے ہوا کہ یا تو محبت کے دعویدار نے اپنی محبوبہ کو بیچ دیا یا طلاق کے بعد وہ لڑکی کسی طوائف کے بالاخانے پر پہنچ گئی اور یا پھر وہ کسی دوسرے غلط کام میں ملوث ہوگئی اگر یہ تین انجام نہ بھی ہوں تو پھر بھی یہ لڑکی ذلت آمیز زندگی بسر کرتی ہے اول تو لڑکے کے گھر والے اسے قبول نہیں کرتے اگر بادل ناخواستہ قبول کر بھی لیں تو ساری زندگی اسے بے غیرت اور

بے شرم کے طعنے سننے پڑتے ہیں آپ ذرا غور کریں کہ جس شادی کی بنیاد میں والدین کی بددعائیں اور آہیں شامل ہوں وہ بھلا کیسے اور کیوں کر کامیاب ہوسکتی ہے۔

س: حصولِ علم کے لیے اور موجودہ مقام تک پہنچنے کے لیے آپ کو مشکلات سے بھی گزرنا پڑا ہے؟

اوریا مقبول جان: میرے والد گجرات میونسپل کمیٹی میں اکاؤنٹنٹ تھے، انھوں نے دو شادیاں کی تھیں، میں دوسری شادی سے تھا۔ میری عمر 12 سال تھی جب والد گرامی ریٹائر ہوئے، میرے والد مرحوم میں جہاں اور بہت سی خوبیاں تھی وہاں ان میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ بہت نیک اور دیانت دار انسان تھے۔ ہمارے والد گرامی کا ہم پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ہمیں رزق حلال سے پالا۔ انہوں نے ہمارے لیے جائیداد چھوڑی نہ بینک بیلنس، تاہم انہوں نے جو سب سے بڑی دولت ہمیں ورثے میں دی وہ دیانت داری، سچائی اور محنت ہے، اگر ہمارے والد ہمارے لیے بہت بڑا محل بھی چھوڑ کر جاتے اور وہ محل رزقِ حرام سے بنا ہوتا تو شاید میں ان کی اس طرح تکریم نہ کرپاتا جس طرح آج ان کی تکریم میرے دل میں ہے سو ہمارے گھر کے مالی حالات بہت اچھے نہ تھے خاص کر والد گرامی کی ریٹائرمنٹ کے بعد مشکل حالات سے گزرنا پڑا، میں بھائیوں میں سب سے بڑا تھا، اس لیے والد گرامی کے بعد گھر کی سب سے زیادہ ذمہ داری بھی میرے کندھوں پر تھی۔ زندگی کی گاڑی کو کھینچنے کے لیے مجھے کئی طرح کے کام اور بہت محنت مشقت کرنا پڑی۔ کاغذ کے لفافے بنا کر بیچنا پڑے آپ کو یاد ہوگا شاپنگ بیگ سے پہلے دکانداروں کے پاس کاغذ کے بنے مختلف سائز کے لفافے ہوتے تھے جن میں دکاندار چیزیں ڈال کر گاہکوں کو دیا کرتے تھے ہم سب بہن بھائی گھر میں لفافے بناتے۔ بھائیوں میں سے چونکہ سب سے بڑا میں تھا اس لیے میں لفافے بناتا بھی تھا اور اس کے بعد گلیوں محلوں میں پھر کر لفافے دکانداروں کو بیچنا اور ان سے پیسے وصول کرنا بھی میری ذمہ داری تھی۔ میں نے چوکوں اور شاہراہوں میں کھڑے ہو کر اخبارات بیچے ہیں۔ لفافے اور اخبارات بیچنے کا کام میں پیدل کرتا تھا اور ساتھ پڑھتا بھی تھا، جب تھوڑا سا بڑا ہوا تو گھر میں والد مرحوم کی سائیکل پر یہ سارے کام کرنے لگا۔ میرا قد چھوٹا تھا، اس لیے بہت عرصہ تک میں قینچی سائیکل چلاتا رہا۔

س: اخبارات اور لفافوں کی آمدن سے آپ گھر کا خرچ چلاتے یا تعلیمی اخراجات پورے کرتے تھے؟۔

اوریا مقبول جان: اس آمدن سے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔ جہاں تک میرے تعلیمی معاملات کا تعلق ہے اس سلسلے میں مجھے کبھی کوئی پریشانی نہیں رہی۔اس لیے کہ مجھے سکالرشپ ملتا تھا۔کتابوں کا بھی کہیں نہ کہیں سے انتظام ہو جاتا تھا۔ایم اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ایم اے میں کتاب خریدنے کی ویسے ہی ضرورت نہیں پڑتی۔یونیورسٹی کی لائبریری کی کتابوں سے کام چل جاتا ہے۔

س: آخری سوال ہے یہ فرمائیں کہ ہم میڈیا کے برے اثرات سے اپنے گھروں اور بچوں کو کیسے بچائیں؟

اوریا مقبول جان: اس کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔90 کی دہائی میں جب ڈش آئی تو اس وقت میری بچی چھوٹی تھی، وہ بہت ذہین تھی، جب وہ ڈش دیکھتی تو اس نے گانے اور فلمیں PICK کرنا شروع کر دیں، ہمارے ہاں ایک نارمل روٹین ہے کہ بچے سے کہا جاتا ہے گانا سناؤ جب وہ گانا سنائے تو تالیاں بجا کر اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ہماری بچی کے ساتھ بھی کچھ اس طرح کا سلسلہ شروع ہو گیا تو میں اس کو ڈانٹنے کی بجائے بچوں کی نظمیں اور بچوں کی شاعری ردھم کے ساتھ یاد کرانا شروع کر دی۔ پھر ہوا یہ کہ ایک جگہ بچے جمع تھے۔سب بچوں کچھ سنانے کو کہا گیا، باقی سب نے گانے سنائے، میری بچی نے بہت خوبصورت نظم ردھم کے ساتھ پڑھی تو اس کی بھر پور حوصلہ افزائی کی گئی۔اس طرح بچی کی توجہ گانوں کی بجائے نظموں کی طرف ہوگئی۔ کہنے کا مقصد یہ کہ شر کے مقابلے میں خیر کا بیج بونے، بچوں کی اخلاقی تربیت کرنے اور اپنے گھروں کو برے اثرات سے بچانے کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ چھتری بھی نہ تانیں اور یہ بھی چاہیں کہ آپ کو دھوپ بھی نہ لگے۔آپ کو اپنے بچوں اور اپنے گھر پر اخلاقیات اور اسلامی روایات کی چھتری تاننا ہوگی تب ہی آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں گے۔

---

# کیا ہم زندہ قوم ہیں؟
# مجھے ہے حکم اذان

ابوفیصل محمد منظور انور

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ وہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود

سعودی عرب کے صدر مقام ریاض کے دی رِٹز کارلٹن ہوٹل میں مغربی دنیا کی طرف سے جو فیشن شو منعقد کیا گیا اُسے مسلم عرب معاشرے کو مادر پدر آزاد معاشرہ بنانے کی کوششوں کا نقطۂ آغاز سمجھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسلامی مذہبی شناخت کے حامل اس عرب ملک میں خواتین میں حجاب، ستر پوشی اور پردے کی پابندی ہی تو اس معاشرے کا طرہ امتیاز رہی ہے۔ راقم الحروف چار عشرے قبل اس مقدس سرزمین پر تقریباً سات سال تک سرکاری طور پر اپنے فرائض سرانجام دیتا رہا ہے۔ اس وقت حقوقِ نسواں کے نام پر مغربی عورت کی آزاد طرز کی اندھی تقلید، سینمابینی، فیشن شو کا انعقاد یا کیٹ واک وغیرہ ایسی سرگرمیوں بارے سوچنا اور کھلے عام بے پردگی ایسی آزادی کا تصور بھی محال نظر آتا تھا۔ آل سعود کے اقتدار کے ابتدائی عشروں میں تو اس ملک میں قرآنی تعلیمات کے مطابق ستر پوشی وحجاب ایک مثالی عمل تھا تاہم جب سے شاہ سلیمان بن عبدالعزیز کا دور آیا ہے تو ولی عہد محمد بن سلیمان کے اقدامات سے لگتا ہے کہ اب وہاں اسلامی تعلیمات اور رسم و رواج کی جگہ مغربی ثقافت، روشن خیالی اور بے حجابی نے لینا شروع کر دی ہے حالانکہ اُمت مسلمہ کے موجودہ سنگین ترین مسائل وخانہ جنگی کے حالات میں تو اسلامی تعلیمات پر سختی سے کاربند رہنے

کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے دنیا بھر کے مسلمان اب تک اس عرب ملک کو اپنا مرکز و محور سمجھتے ہوئے اس میں موجود مقدس مقامات کی حرمت کے پیش نظر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں مگر موجودہ نادان بادشاہ اور اس کے ولی عہد بیٹے کی طرف سے کئے گئے حالیہ اقدامات نے نا صرف پاکستانی مسلمانوں بلکہ امت مسلمہ کو شدید کرب اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے ولی عہد شہزادے محمد بن سلیمان کا اسرائیل بارے یہ بیان کہ اسرائیلیوں کو بھی اپنے ملک میں رہنے کا حق حاصل ہے، تشویش ناک ہے، جبکہ انہی دنوں فلسطین میں سینکڑوں فلسطینی زخمی اور درجنوں شہید ہو چکے ہیں مگر ان فلسطینیوں کے بارے وہ خاموش ہیں۔ یہودیوں کی سرپرستی میں امریکہ، روس اور مغربی دنیا کی ملی بھگت سے ملت اسلامیہ پر اعلانیہ جنگ مسلط کی جا چکی ہے اور مظالم کی انتہا ہے اہل شام پر قیامت برپا ہے لاکھوں عرب مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر جبکہ لاکھوں کی تعداد میں قتل کے جا چکے ہیں عورتوں بچوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں دنیا بھر کے مجبور و مقہور و مظلوم مسلمان اپنے جگر گوشوں کی لاشیں اُٹھا اُٹھا کر تھک چکے ہیں جو باقی ہیں انھیں زندہ درگور کیا جا رہا ہے حالیہ دنوں میں کیمیائی ہتھیاروں سے سینکڑوں بچوں کی ہلاکت کی خبریں عام ہیں صیہونیت کے ایجنٹ روس اور امریکہ دونوں مل کر امت مسلمہ کی نسل کشی میں مصروف ہیں اور ہمارے بدبخت مسلمان بادشاہ مغربی دنیا کی ثقافت کے دلدادہ بن کر مسلم بیٹیوں کو گمراہی کی دلدل میں دھکیلنے کے لئے بے چین نظر آ رہے ہیں ان نادان عرب شہزادوں شہزادیوں کو اسرائیلی حکومت کی طرف سے فلسطینیوں، بھارتیوں کی طرف سے کشمیریوں اور بشارالاسد کی طرف سے مظلوم شامی سنی مسلمانوں کی نسل کشی یمن اور افغانوں کی جنگ اور روہنگیا مسلمانوں پر مظالم بھی نظر نہیں آ رہے مسلم دنیا اس سے پہلے عالم عرب کے ایک روشن خیال ملک دوبئ کے عاقبت نا اندیش حکمرانوں کی بھارتی بت پرستوں کے سامنے سجدہ ریزی اور ہندوؤں کو ایک عرب ملک کی سرزمین پر مندر بنانے اور اس میں ہندووانہ رسمیں ادا کرنے کے مناظر بھی دیکھ چکی ہے اور بھارت میں ایک سو ارب ڈالرز کی سرمایہ کاری کی نوید بھی سن چکی ہے شام، لیبیا، عراق، افغانستان، یمن اور مصر میں بدامنی کا حشر دیکھ چکی ہے حالیہ دنوں میں مسلم دنیا کو چونکا دینے والی یہ خبر کہ سعودی عرب کی تیل پیدا کرنے والی دنیا کی سب بڑی تیل کمپنی آرامکو ایک اسلام دشمن ملک بھارت میں

44 ارب ڈالرز کی سرمایہ کاری کر کے آئل ریفائنری قائم کر رہی ہے بھی سن چکی ہے تیل کی دولت نے ان بادشاہوں کو اندھا اور بہرا کر کے رکھ دیا ہے ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بے لباس کیا اب اس ملعون مردود شیطان کی ذریت نسل انسانی میں خصوصاً امت مسلمہ کو بے لباس کرنے کے لئے نت نئے نئے حربے اختیار کر رہی ہے آخر ان عرب بھائیوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کس کے لئے کام کر رہے ہیں؟ لگتا ہے ان کے اقتدار کا خاتمہ قریب ہے اور اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر برسنے کو ہے۔۔۔سورۃ الاسراء کی آیت 16 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (فواحش پر) مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا''۔

کیا یہی لوگ انبیاء کی سرزمین عرب کے وارث اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں جن سے مسلم دنیا نے حد سے زیادہ توقعات وابستہ کر رکھی ہیں لگتا ہے کہ ایک صدی پہلے خلافت ترکیہ کے خاتمے کے بعد مشرق وسطیٰ کے خطے میں مختلف عرب خاندانوں پر مشتمل اس قبضہ مافیا نے مغربی استعمار کی آشیرباد و حمایت سے جو حکومتیں حاصل کی تھیں اب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں یہی وجہ ہے کہ ایہ مطلق العنان بادشاہ اب ان مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کر کے اپنے اقتدار کو طول دینے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں یہ برطانیہ، امریکہ اور فرانس سمیت دیگر اتحادی ممالک کا بار احسان واپس لوٹانے اور ان کے صہیونی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے امت مسلمہ کو تقسیم کرنے، اخلاقی طور پر تباہ و برباد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا اسلامی تشخص بھی ختم کرنے کے درپے ہیں۔ المملكة العربية السعودية (KSA) کے دارالحکومت ریاض میں تاریخ کا پہلا فیشن و یک دس اپریل سے دی رِٹز کارلٹن ہوٹل میں سجایا گیا جس کا اہتمام 22 عرب ممالک کی نمائندگی کرتے عرب فیشن کونسل .AFC کی جانب سے کیا گیا ہے جس میں خصوصی طور پر یورپین ممالک کی مادر پدر آزاد سوسائٹی نے بھرپور شرکت کی فیشن کی دنیا میں مختلف شوز کا انعقاد کوئی نئی بات نہیں تاہم سعودی عرب ایسے راسخ العقیدہ مسلمان معاشرے اور کٹر مذہبی ماحول کے حامل اسلامی ملک میں ایسا پہلی بار دیکھنے کو ملا ہے کہ باقاعدہ فیشن ویک کا انعقاد کیا گیا ہے اس فیشن ویک میں ریمپ

پرواک سمیت کئی فیشن شوز منعقد کئے گئے جس میں جہاں دنیا بھر سے نامور فیشن ڈیزائنرز کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی اس شو میں دلکش پہناوے بھی فیشن کے دلدادہ افراد کی توجہ کا مرکز بنے عجیب اتفاق ہے کہ اس شو کے انعقاد کے لئے اسی جگہ کو منتخب کیا گیا جہاں چند ماہ قبل کرپشن میں ملوث شہزادوں کو ٹھہرایا گیا تھا یہ شو حکمران خاندان کی شہزادی نورا بنت فیصل السعود آنریری صدر عرب فیشن کونسل کی زیر سرپرستی منعقد کیا گیا ہے ایک انگلش اخبار ایکسپریس ٹریبون نے لکھا ہے:

Princess Noura Bint Faisal Al-Saud, honorary president of the Arab Fashion Council in Riyadh, joined designers, influencers, and industry insiders from Ukraine to Lebanon for the inaugural season of fashion week at the Ritz-Carlton in Riyadh, the hotel now infamous as the holding place of hundreds of royals and businessmen arrested in a state-sponsored corruption crackdown. “Fashion has always and interest of Saudi Arabia,” Princess Noura told AFP attheevent.It as not been something that wasn’t on the table or in the picture,” she added. “Our fashion council is trying to bring the fashion industry in Saudi Arabia to a whole new level, a whole new industry.”Listed as an international fashion week alongside Paris and Milan, Arab Fashion Week offers exclusively see-now-buy-now collections and pre-collections. Until this week, it had been hosted exclusively by Gulf fashion capital Dubai.But unlike Dubai, the Riyadh shows are not open to cameras, and attendees remain women-only.The ultraconservative kingdom has witnessed rapid policy change since the June appointment of Crown Prince Mohammed bin Salman, son of the king and heir to his throne.As of this summer, women will be allowed to drive in the kingdom The crown prince has also hinted that the abaya, the long loose robe worn by women from the neck down, may not be compulsory.

انتہائی افسوسناک پہلو یہ کہ یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جب سعودی عرب کے شہروں الجیزان اور ابھا پر یمن سے غوثی باغی میزائل حملے کر رہے ہیں ایران عراق اور شام اس علاقے میں انتہائی خطرناک گیم کا آغاز کر چکے ہیں شام کے شہروں دوما اور غوطہ اور اولب میں فضائی بمباری اور کیمیائی بموں کے حملوں کے نتیجے میں سینکڑوں بچے بوڑھے اور عورتیں ہلاک اور اپاہج ہو چکے ہیں یہ لٹے پٹے لوگ جو عرب خاندانوں سے ہی ہیں ان شہروں سے دو اڑھائی سو کلومیٹر دور عارضی مہاجر کیمپوں میں کسمپرسی کی حالت میں پہنچے ہیں اور بے یارومددگا پڑے ہیں دریں اثنا امریکہ بہادر نے اپنے اتحادیوں سے مل کر کیمیائی ہتھیاروں کی موجودگی کے بہانے شام پر میزائلوں سے حملہ کر دیا ہے اطلاعات کے مطابق کئی فوجی اور شہری تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا ہے اللہ نہ کرے یہ حملہ اس مسلم خطے میں کسی نئی عالمی جنگ کا آغاز ہو فلسطین میں غزہ میں خون ریزی جاری ہے سینکڑوں فلسطینی اسرائیلی فوج کے ہاتھوں زخمی ہو چکے اور بیسیوں شہید کر دیے گئے ہیں کشمیر میں آگ وخون کا ظالمانہ کھیل جاری ہے افغانستان میں امریکی فضائی بم باری میں ایک سو پچاس کے لگ بھگ حافظ قرآن بچے جو دستار فضیلت لینے بیٹھے تھے شہید کر دئے گئے ہیں دنیا بھر میں مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے مگر حقوق انسانی کی نام نہاد عالمی موم بتی مافیا تنظیمیں جو کسی کتے بلے جانور کے مرنے پر بھی آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں بھی خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہیں نام نہاد یو این او کا ادارہ جو بڑی طاقتوں کی باندی ہے زبانی جمع خرچ کرنے میں مصروف کسی ایک غیر مسلم عیسائی یا یہودی کا قتل ہوتا ہے تو لادین مغربی لابی متحرک ہو جاتی ہے اور اس کا بدلہ لیا جاتا ہے مگر خون مسلم کی ارزانی دیکھیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے ہمارے اپنے میڈیا کا کردار یہ ہے کہ معصوم حافظ قرآن بچے فضائی بمباری میں ہلاک کر دیے جاتے ہیں کیمیائی بموں سے سینکڑوں کی تعداد میں مار دیئے جاتے ہیں سوشل میڈیا پر روح فرسا مناظر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھول سکے مظلوم بچوں کی کوریج کرتے وقت ہمارے میڈیا کو سانپ سونگھ جاتا ہے ان کی ہلاکتوں کی خبروں کی بجائے انڈین ناچنے گانے والی کنجری سری دیوی کی موت اور اسی قماش کے دیگر ناچنے گانے والے اداکار میراثیوں کو کوریج دیتے ہیں کرکٹ مافیا کو بھرپو کوریج دی جاتی ہے یا پھر کمرشل اشتہارات کے ذریعے عریانی فحاشی پھیلا کر نوجوان نسل کو عریانی وفحاشی کی دلدل میں دھکیلنے

کا دھندہ کیا جارہا ہے قوم کی بدقسمتی کی انتہا ہے کہ اب ہمارے سکولوں، کالجز، یونیورسٹیز میں موسیقی کے پروگرام معمول بن کر رہ گئے ہیں جو نوجوانوں کو گلوکار، فلمی اداکار بنانے میں مصروف ہیں کسی کو اسلامی تعلیمات اور ملی غیرت کا احساس ہی نہیں حکومتوں کو اپنی پڑی ہوئی ہے قوم کو گمراہ کرنے والے آزاد ہیں عالمی سطح پر مسلمانوں کی بے حمیتی ، بے توقیری اور بے حسی کا یہ نظارہ بھی چشم فلک نے اس طرح دیکھا ہے کہ امریکا کی جانب سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں شام میں کیمیائی حملے کی تحقیقات سے متعلق قرارداد پیش کی گئی جسے روس نے ویٹو کر دیا سلامتی کونسل میں پیش کی گئی قرارداد کی 12 مما لک نے حمایت کرتے ہوئے امریکا کا ساتھ دیا، بولیویا نے روس کا ساتھ دیتے ہوئے مخالفت میں ووٹ دیا جب کہ چین نے معاملے کو خود سے دور رکھتے ہوئے ووٹ دینے سے گریز کیا ایک طرف سعودی عرب میں اس فیشن شو پر کروڑوں ڈالرز عیاشی کے نام کر دیے گئے ہیں جبکہ دوسری طرف شام سے بے گھر ہونے والے بے یار ومددگار سنی مسلمانوں کے لئے پاکستان سمیت دیگر کئی مما لک میں امدادی رقوم اکٹھی کرنے کی اپیلیں جاری ہیں۔ فیشن شو ایسی بے حیائی اور عریانی فحاشی پھیلانے والی خرافات پر کروڑوں خرچ والے یہ بدبخت عرب بادشاہ شہزادے شہزادیاں اور دیگر مسلم مما لک کے حاکم روز محشر اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اے مسلماں خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے۔۔ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی ہے۔۔۔ امت مسلمہ کو اجتماعی دعائے مغفرت کی فوری ضرورت ہے۔۔

ہم کون ہیں کیا ہیں بخدا یاد نہیں
اپنے اسلاف کی کوئی بھی ادا یاد نہیں
بنت حوا کو نچاتے ہیں سر محفل ہم
کتنے سنگ دل ہیں کہ رسم حیا یاد نہیں

---

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر! شریک و زمرہ لَایَحزَنُون، کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر!

علامہ اقبال

فکرِ اقبال کی روشنی میں

# اُمتِ مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو

# میں اہل قلم کا رول

سیمینار منعقدہ 22 اپریل 2018ء، قرآن آڈیٹوریم جھنگ، 10:30 تا 1:00 بجے

# اہل علم کے

# تحریری پیغامات و تاثرات

مہمانِ خصوصی: جناب محمد امین چودھری صاحب کنوینر تحریک قرآن و اسوۂ رسول ﷺ
ریٹائر کمشنر ڈی جی خان

مقررین:

انجینئر مختار فاروقی، صدر انجمن خدام القرآن جھنگ

پروفیسر حسن محمود اقبال، سابق پرنسپل پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ

ڈاکٹر طالب حسین سیال، سابق ڈائریکٹر اقبال انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد

**حافظ عاکف سعید مدظلہ**

**امیر تنظیم اسلامی پاکستان و صدر تحریک خلافت پاکستان**

پاکستان کے موجودہ دگرگوں حالات میں بہتر مستقبل کی تعمیر کون پاکستانی مسلمان ہوگا جس کی آرزُو نہیں ہے۔ پاکستان کے تابناک مستقبل کی تشکیل نو یا RECONSTRUCTION کے باب میں علامہ اقبال کے افکار کی تابناکی سے انکار بھی ممکن نہیں۔فکرِ اقبال کو سمجھ کر حالات حاضرہ پر منطبق کرنے کی سعی جمیل وہی اہل علم کر سکتے ہیں جو اہل قلم بھی ہوں تاکہ مسلمانوں کی نئی نسل کی ذہن سازی ہو سکے۔اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کا بیڑہ اُٹھانے والوں اور اس کی طرف دعوت دینے والوں کو اپنے عزائم میں کامیابی عطا فرمائے،آمین۔

فکرِ اقبال قرآن مجید کی تعلیمات کا عکس جمیل ہیں اور پاکستان کا مستقبل نظام خلافت راشدہ کے قیام کے علاوہ ممکن نہیں۔اسی جذبہ کی آبیاری اس سیمینار کا حاصل ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی وناصر ہو۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

میری طرف سے تمام شرکاء کو سلام اور مبارک باد۔

**عبدالرشید ارشد جوہر آباد**

اس مختصر کتابچے میں تہذیب مغرب کی بنیادوں کا تفصیلی جائزہ قاری کے سامنے رکھتے اس کے لیے نظریاتی اور فکری مدلل غذا فراہم کی ہے، الحمدللہ۔ انتہائی اہم اور دورِ جدید کا سلگتا موضوع ''انسانیت کا مستقبل بعد از امریکہ'' سارے کتابچے میں مستقبل کے حوالے سے فکر انگیز ہے جسے 6 نکات میں قاری کے سامنے رکھا گیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ چند سطور میں اس پر اظہارِ خیال عنوان کا حق ادا نہیں کرتا۔ یہ تنہائی مکمل سنجیدگی اور یک سوئی سے پڑھنے اور قلوب و اذہان میں بٹھاتے، راہِ منزل کی اصلاح کا نسخہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کو صحت و سلامتی کے ساتھ اس مشن کو جاری رکھنے کی سعادت سے نوازے۔آمین یاربّ العالمین۔

**ڈاکٹر ابصار احمد** **صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور**

مجھے خوشی ہوئی ہے کہ اہل قلم کو آپ نے اسلام کے اِحیاء کی دعوت دی ہے۔ فی الواقع جہاد بالقلم کی اہمیت ہے اور قلم کار ہی اس کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن کچھ سالوں سے الیکٹرونک میڈیا اور سوشل میڈیا کی اہمیت وضرورت بھی محسوس کی جارہی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ صحافت کا ہی ایک گوشہ ہے،لیکن نئی جنریشن پوری طرح اس میں داخل ہوچکی ہیں۔اس کی دلچسپی اس ذریعہ ابلاغ میں زیادہ ہے۔ یقیناً آپ پر مجھ سے زیادہ اس کی اہمیت وافادیت واضح ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتابچہ آپ نے بڑی عرق ریزی سے تیار کیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے۔ واقعہ یہ ہے کہ امریکہ کا امت مسلمہ کے حوالے سے حالیہ ایام میں جو کردار سامنے آیا ہے اس میں اس تحریر کی مانگ بڑھ گئی ہے۔

**رضی الدین سیّد** کراچی

قوموں کی تشکیل اور صورت گری عمومی طور پر ادیبوں اور مصنفوں ہی کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ انھی کا قلم عوام وخواص کے ذہنوں کو مستقبل کی راہ دکھاتا اور ڈھالتا ہے۔ صحیح یا غلط !۔ بے شمار مصنّفین ہیں جن کی تحقیق و کتب نے معاشرے پر حد درجہ اثرات مرتب کیے ہیں خواہ وہ اسلامی دنیا کے ہوں یا غیر اسلامی دنیا کے! اہل قلم کے بغیر کوئی معاشرہ کیسے تشکیل پاسکتا ہے؟ کیونکہ مفکرین ومصنّفین ہی قوم کے نباض ہوتے ہیں۔ بے شک وہ شاعر ہو، مزاحیہ نگار ہو، ڈرامہ نویس ہو، محقق ہو، یا مؤرخ!۔ کوئی بھی معاشرہ ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ آپ کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے۔ علامہ اقبال کے فکر کی روشنی ہی میں امت کی تشکیل نو ہوسکتی ہے۔ کسی بھی قوم نے جب مذہب سے رشتہ توڑا ہے تو قلم کی حرمت بھی اس کی زد میں آئی ہے اور بامعنی تحریروں کی بجائے لایعنی، اباحیت ونراجیت کا رنگ اختیار کرگئی ہے۔ مذہب سے بیگانگی کے بعد نہ صرف تحریر، بلکہ ہر شعبۂ زندگی اس سے متأثر ہوتا ہے۔ معاملات ومسائل کے حل کے لئے ان گمراہ ادیبوں اور شعراء کی جانب سے جو اقدامات بھی پیش کئے جاتے ہیں سب کے سب مزید خرابیوں کو جنم دینے کا باعث بنتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان کے اہل قلم بھی دین ومذہب سے لاتعلقی اختیار کرکے لامذہبیت اور فحاشی کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ اخلاقیات وخدا ترسی انہیں راس ہی نہیں آتے۔ چنانچہ جو مواد بھی ان کے قلم سے سامنے آنا شروع ہوا، وہ معاشرے ونسل کو تباہی کو جانب ہی لے

جانے والا ثابت ہوا۔ بے شمار شعرا میں سے ایک دو کے علاوہ باقی تمام کے ذہنوں پر عموماً ’عورت‘ اور دنیا ہی سوار ہے راہ راست کی بجائے انہوں کج روی کا راستہ ہی دکھایا ہے۔

ملک کے اہل قلم کو آپ کی جانب سے دینی وقومی فکری فریضے کی جانب متوجہ کرنا نہ صرف نیک کام ہے بلکہ وقت کا تقاضا بھی ہے۔ اگر اہل قلم اپنی ذمے داری پوری نہ کریں تو خدانخواستہ ملک کو مزید زوال بھی آ سکتا ہے اور نئی نسل اپنے دینی وملّی فریضے سے لاعلم رہ کر خود اور اپنے وطن دونوں کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ جیسا کہ وہ کر رہی ہے۔

آپ کی آواز مکے اور مدینے! تاہم میرا خیال ہے کہ جو نیک نفس اہل قلم ہیں وہ اپنی ذمے داریاں پہلے ہی ادا کر رہے ہیں۔ البتہ حکومتی ایوانوں اور ذرائع ابلاغ میں ان کی رسائی بہت کم ہے۔ دوسرا اہم پہلو جس سے ہم سب واقف ہیں، یہ ہے کہ عوام وخواص دونوں میں مطالعہ کا رجحان بھی افسوس ناک طور پر کم ہے چنانچہ یہ دونوں پہلوں خاصے تشویش ناک ہیں۔ اللہ کرے کہ آگے کوئی صورت احوال بہتر نمودار ہوا۔!

## علامہ ظہور الحسن قادری، کمالیہ

جناب انجینئر مختار فاروقی مدیر مسئول ماہنامہ ’حکمت بالغہ‘ نے اپنے فکر انگیز کتابچے بعنوان: ’’اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول‘‘ میں بڑی دردمندی کے ساتھ امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے بارے میں بہت سے سوالات اٹھائے ہیں۔ ہر سوال پر بہت کچھ تحریر کیا جا سکتا ہے۔ پہلا سوال ہی کتنا اہم ہے کہ افرادی قوت، مالی وسائل اور فنی مہارت کے باوجود اُمت مسلمہ انحطاط کا شکار اور زوال پذیر کیوں ہے؟ دیگر سوالات میں: وہ کون سے عوامل ہیں جو امت مسلمہ کے تشخص کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں؟ کیا ملت اسلامیہ کی پھر سے شیرازہ بندی ممکن ہے؟ کیا ملت اسلامیہ کی وحدت کے خواب کو حقیقت میں بدلا جا سکتا ہے؟۔ مندرجہ بالا چند سوالات اس امر کے متقاضی ہیں کہ ان پر غور وفکر کیا جائے۔

لہٰذا وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اہل فکر ودانش اوّلین ترجیح کے طور پر اس فتنۂ عظیمہ کی سرکوبی کے لیے کمر بستہ ہوں۔ تاکہ عالمی سطح پر ملت اسلامیہ کی وحدت کے خواب کو حقیقت میں بدلا جا سکے اور اُمت مسلمہ ہر سطح پر اسلام دشمن طاغوتی طاقتوں کی سازشوں کا تدارک کرنے کے قابل ہو سکے اور اپنی متحدہ قوت سے ایک بار پھر مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہو جائے۔

**جنرل مرزا اسلم بیگ۔ سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان**

آپ کا ارسال کردہ کتابچہ ''اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول'' میرے پیش نظر ہے۔آپ کے ادارے نے اپنے نام کی لاج رکھتے ہوئے ایک اہم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔آمین

اگر غور سے دیکھیں تو اُمت مسلمہ روز بروز زوال کی گہرائی میں دھنستی چلی جارہی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ امہ آج نظریاتی تفریق کا شکار ہے اور ہم نے مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے دور رکھا ہوا ہے جس کا نتیجہ آج معاشرتی بگاڑ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیک مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

**حافظ مختار احمد گوندل۔سابق چیف لائبریرین پنجاب لائبریری لاہور**

پاکستان کی موجودہ صورتِ حال کے تناظر میں یہ سیمینار اہلِ قلم کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔فکرِ اقبال کے حامل اہل قلم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی فکری قوتوں سے قوم کے افراد کی ذہنی آبیاری کریں۔ ہمیشہ صاحبانِ علم وقلم ہی انقلاب کا ہراول دستہ بن کر قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتے چلے آئے ہیں۔کسی بھی قوم کا مثبت اجتماعی کردار تشکیل دینے میں ہمیشہ اہل قلم کا بڑا حصہ رہا ہے۔آج اگر ہمارے مسلمان اہل قلم علامہ اقبال کے تابناک فکر سے روشنی حاصل کر کے پاکستان کی نئی نسل کے ذہن کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ڈھال سکیں تو یقیناً اس قوم کو دنیا میں غالب آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو اور پاکستانی اداروں کے نظریاتی ہم آہنگی فکر اقبال سے ہی ممکن ہے۔وادیٔ بطحا میں اہلِ علم وقلم نے ہی تو وہ انقلاب برپا کیا تھا جو آج تک رَواں دَواں ہے۔کیوں نہ آج اہل قلم یہ عہد کریں کہ وہ اس پیغام اقبال کو دنیا تک پہنچائیں گے۔

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری　　مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری

اس راستے کا زادِ راہ حضرت محمد ﷺ سے وفاداری کے سوا کچھ نہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

تمام شرکاء کو سیمینار میں شرکت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

# تبصرہ وتعارفِ کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

## 1 روح الامین کی معیت میں

## کاروانِ نبوت ﷺ

(جلد ششم)

مصنف: پروفیسر تسنیم احمد، پی ایچ ڈی

ناشر: مکتبہ دعوۃ الحق، اٹاوہ سوسائٹی، احسن آباد، کراچی

زیر تبصرہ 'کاروانِ نبوت ﷺ' کی چھٹی جلد، نبوت کے بارھویں اور تیرھویں برسوں کے واقعات و معاملات کی تفصیل اور اس دوران نازل ہونے والے قرآن کے اجزا کے مفاہیم کو بیان کرتی ہے۔ ان چھ جلدوں میں قرآن مجید کے جن اجزاء کا تذکرہ ہوا ہے، ان کی جلدوار تفصیل بھی صفحات 6 تا 8 پر دی گئی ہے۔ اردو زبان میں سیرت پر یہ نمایاں ترین تصنیف، نظم وعزم کے اک کوہ گراں کی مطالعاتی زیست کا ماحصل اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا یہ شہ پارہ وارفتگان سیرت نبوی کے لیے بلاشبہ تازہ ہوا کا جھونکا ہے۔ مرحوم حفیظ جالندھری نے کہا تھا:

ے شعر وادب کی خدمت میں جو بھی حفیظؔ کا حصہ ہے
یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

لیکن یہ تحقیقی جانکاہی بھی نصف صدی کے طویل دورانیہ کی شب خیزیوں سے کسی طرح کم نہیں۔ اور یہی آج کے دور کا تقاضا بھی تھا۔ کیونکہ اربابِ سیر نے روایاتِ سیرت پر جرح وتعدیل کیے بغیر محض عقیدتوں اور خوش گمانیوں کی بنا پر رطب و یابس ایسے واقعات تحریر کیے جن پر عصر حاضر میں

عقلیت پسند تحریکوں کے شناور یا متجددین و متکلمین حرف زنی کرتے رہتے ہیں۔خصوصاً سفر معراج، اور لفظ رؤیا کی تفسیری جامعیت کو باب 89 میں جس بھرپور عقلی و منطقی دلائل کے ساتھ ساتھ خوبصورت ادبی ولسانی لطافت سے سمیٹا گیا ہے، وہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ جو صاحب تصنیف کا ہی خاصہ ہے۔ تاہم اس موضوع پر مزید تحقیقات جاری رہیں گی اور تحریری جدت طرازیاں بھی منظر عام پر لائی جاتی رہیں گی۔ باب 90 میں عصری تقاضوں کی روشنی میں اسلام کے نظامِ بیعت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ سیرت لٹریچر میں یہ ایک حسین اضافہ ہے اور دینی و تعلیمی کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے کہ کثیر جلدوں میں مکمل سیٹ کا حصول لائبریریوں کی بنیادی پالیسی ہوا کرتا ہے۔ (قیمت: 390 روپے)

# 2 فیضانِ حقانی

از قلم: محمود الرشید حدوٹی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ

زیر تبصرہ کتاب حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب کی کتابوں پر مقبول ترین، کثیر الاشاعت، قومی ایوارڈ یافتہ میگزین ماہنامہ ’آبِ حیات، لاہور‘ میں عرصہ سترہ سال سے شائع ہونے والے تبصروں کا مجموعہ ہے۔ تبصرہ نگار جو خود بھی ایک اعلیٰ پائے کے مصنف اور ایک دینی مدرسہ جامعہ رشیدیہ کے مہتمم بھی ہیں۔ علوم و معارف اور لسانی و ادبی لطافتوں کے شناور ہونے کے ساتھ ساتھ ذوقِ جستجو سے بھی آشنا ہیں۔ جن کے گہرفشاں قلم سے وجود میں آنے والی ابھی تک آٹھ کتب اہل علم کی قلبی تسکین کا سامان فراہم کر رہی ہیں۔ ان کی تحریروں میں معلومات، جدتِ افکار کا ظہور اور حالات حاضرہ کا بھرپور تجزیہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تبصرہ نگار کی وسعت علمی ہی کسی کتاب پر تبصرہ کے لیے نہایت اہم ہے اور یہ وصف صاحب تصنیف میں بدرجہ اتم موجود ہے اور یہی وصف ان کے تبصروں میں جابجا نظر آتا ہے اور انہیں جہاں جو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ بے دھڑک تحریر کر دیتے ہیں۔ جنہیں وہ بزعم خود چند گستاخیاں، بے ادبیاں اور جسارتیں شمار کرتے ہیں حالانکہ انہی

تقصیرات کی نشان دہی کسی کتاب پر تبصرہ اور جرأت و جسارت اور حق گوئی و بے باکی کا دوسرا رُخ ہی تو ہوا کرتا ہے۔عوامی لائبریریوں کی زینت اور دینی کتب خانوں کی ضرورت ہے۔

## چند ہم عصر اقبال شناس

مصنف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ناشر: بک کارنر، پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز، جہلم، پاکستان

زیر تبصرہ تصنیف 105 اقبال شناس معروف شخصیات کا تحقیقی سرمایہ ہے۔علم کتاب داری میں اس کیلئے DESCRIPTIVE BIBLIOGRAPHY کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، اسے BIBLIOGRAPHY OF BIBLIOGRAPHIES بھی کہا جا سکتا ہے۔

9 نومبر 2017ء کو شاعر مشرق، حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے 140 واں جشن ولادت کے موقع پر صاحب تصنیف نے دانش جویانِ اقبالیات کے لیے 1000 صفحات پر مشتمل حوالہ جاتی معلومات افزا ضخیم کتاب پیش کر کے جشن ولادت کا حق ادا کر دیا۔ اگرچہ ان اقبال شناس شخصیات میں اکثر اور بالخصوص لاہور اور جھنگ سے تعلق رکھنے والی معروف شخصیات کا تبصرہ نگار سے گہرا تعلق رہا ہے۔ تاہم ان کی ذاتی و علمی زندگی کے بارے میں تفصیلات اسی کتاب میں ملیں۔ اقبالیات کے حوالہ سے پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کا قائم کردہ 'بیت الحکمت' جو پاکستان میں اپنی مثال آپ ہے، کا تذکرہ اس کتاب میں شامل نہیں۔امید ہے کہ آئندہ کسی اشاعت میں آجائے گا۔

کتاب کے آخر میں صاحب تصنیف نے اقبالیاتی سرمایہ کے عنوان سے اپنی 21 تصانیف کا بھرپور انداز میں تعارف دیا ہے اور ابھی راہوار قلم رفعتوں کی طرف رواں دواں ہے۔ ان کی اقبالیات کے حوالہ سے تحقیقی وارفتگی کتاب کے صفحہ 971 پر اس پیرا میں عیاں ہے: ''میرا ذاتی مشورہ یہ ہے کہ اب تک ''حکمت بالغہ'' کے جن شمارہ جات میں اقبال شناسی کے حوالے سے مضامین زینت قرطاس ہو چکے ہیں ان سب کو یکجا کر کے ایک کتاب بعنوان ''حکمت بالغہ اور اقبال شناسی'' مرتب کر لی جائے۔ اگر فاروقی صاحب راقم الحروف کو یہ سعادت عطا فرمائیں تو بڑے اعزاز کی بات ہوگی۔''

اقبال شناسی کی روایت کو بامِ عروج تک پہنچانے میں صاحب تصنیف کی مساعی قابل صد تحسین ہیں۔ یہ کتاب ذخیرۂ اقبالیات میں نادر اضافہ ہے۔(صفحات:948۔ قیمت:1500 روپے)

## اسلام اور پاکستان

مؤلف: ڈاکٹر ہارون الرشید تبسّم

نظریۂ پاکستان اکادمی، علامہ اقبال کالونی سرگودھا

زیر تبصرہ منفرد نوعیت کی 272 صفحات پر مشتمل دیدہ زیب تصنیف جس میں سیّد الانبیا ﷺ کی بشارت ''مجھے ہند کی طرف سے ٹھنڈی ہوا محسوس ہو رہی ہے'' سے قیام پاکستان تک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی مختصر داستان ہے۔ شاعر مشرق نے اپنے کلام میں جس کی طرف اشارہ فرمایا تھا: ؎

وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میرِ عرب ﷺ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے ، میرا وطن وہی ہے

صاحب تصنیف نے اپنے الفاظ کے جامہ میں اس سوچ کو جو آفتاب اسلام کی کرنوں، برعظیم پاک و ہند میں عرب تاجروں، اس خطہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد اور اکابر اسلام کی مساعی جمیلہ کا بھرپور تذکرہ سے شروع ہو کر قیام پاکستان لیلۃ القدر 1366ھ/1947ء تک اسلامی تاریخ کو سمیٹ دیا ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ پاکستان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتوحات کا نتیجہ ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اور آج بھی اس پاک سرزمین پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے جا بجا آثار مبارکہ نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود ختمی مرتبت ﷺ کا ورود بھی بعض مورخین کے نزدیک مسلم ہے۔ زیر تبصرہ تصنیف کا ماحصل یہ ہے کہ قدرت نیک جذبوں کی تکمیل کرتی ہے تو اجتماعی غلطیوں کی سزا بھی دیا کرتی ہے۔ لائبریریوں کے لیے ناگزیر ضرورت اور محبّ وطن پاکستانیوں کے لیے نادر تحفہ ہے۔ (قیمت 1200 روپے۔ ہمارے نزدیک کتاب کی قیمت قدرے زیادہ ہے۔

# فرمودۂ اقبال

(جوابِ شکوہ)

## روزہ اور تراویح

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے!
ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمہیں کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے
قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

# روزہ اور قرآن کی شفاعت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:

اَلصِّیَامُ وَ الْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، یَقُوْلُ الصِّیَامُ: اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَ یَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ: مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ، فَیُشَفَّعَانِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحم خسروانہ سے اس کو نوازا جائے گا)‘‘

## قرآن اکیڈمی جھنگ

### کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے درج ذیل سیمینارز

### اور دیگر پروگراموں کی کچھ نادر DVDs دستیاب ہیں

| | | |
|---|---|---|
| | تقریب رونمائی کتاب ’جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے 100 سال‘<br>ڈاکٹر طالب حسین سیال، ڈاکٹر سہیل عمر، ڈاکٹر ابصار احمد | |
| | انسانیت کا مستقبل قرآن مجید سے وابستہ ہے<br>حافظ عاکف سعید | |
| | رحمۃٌ للعالمین ﷺ سیمینار 12 ربیع الاوّل 1438ھ<br>ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی، ڈاکٹر عبدالسمیع، | |
| | فکرِ اقبال کی روشنی میں پاکستان کے نظام تعلیم کے خدوخال<br>مقررین: ڈاکٹر طالب حسین سیال، پروفیسر محمد حسین، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی صاحب، ڈاکٹر ابصار احمد | |
| | استقبالِ رمضان المبارک 1438ھ<br>مقررین: ڈاکٹر عبدالسمیع، فضل الرحمٰن جوئیہ (ایڈووکیٹ) | |
| | نزولِ قرآن مجید، رحمتوں برکتوں اور قیامِ پاکستان کی رات 1438ھ<br>مقررین: میجر (ر) نصراللہ بٹر صاحب، اوریا مقبول جان صاحب | |
| | رحمۃٌ للعالمین ﷺ سیمینار 12 ربیع الاوّل 1439ھ<br>مقررین: ڈاکٹر ضمیر اختر خان۔ عبیداللہ سیال | |
| | سکول کالجز کے طلباء کے مابین<br>کلامِ اقبال باترنم اور تحت اللفظ پڑھنے کا مقابلہ (9 نومبر 2017ء)<br>مقررین: مہر غلام محمد جھگڑ، پروفیسر محمد اسلم ضیاء، | |
| | استحکام پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں<br>مقرر: انجینئر مختار حسین فاروقی | |
| | فکر اقبال کی روشنی میں اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول<br>مقررین: پروفیسر حسن محمود اقبال، ڈاکٹر طالب حسین سیال، محمد امین چودھری، | |

رعایتی قیمت: 150 روپے فی DVD (علاوہ ڈاک خرچ)